نمبر ۷ — دارالامن والامان قادیان ۲۱ فروری سنہ ۱۹۰۳ء — جلد ۷

کلمات طیبات

حضرت امام آخر الزمان سلمہ الرحمن

گذشتہ اشاعت سے آگے

غرض ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ بار بار اگر کچھ پیش کرتے ہیں تو حدیث کا ایک ذخیرہ جسکو خود یہ ظن کے درجہ سے آگے نہیں بڑھاتے۔ ان کو معلوم نہیں کہ ایکوقت آئے گا کہ ان کے رطب ویابس امور پر لوگ ہنسی کریں گے۔

یہ ہر ایک طالب حق کا حق ہے کہ وہ ہم سے ہمارے دعوی کا ثبوت مانگے۔ اس کے لیے ہم وہی پیش کرتے ہیں جو نبیوں نے پیش کیا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ۔ عقلی دلائل یعنی موجودہ ضرورتیں جو مصلح کے لیے مستدعی ہیں پھر وہ نشانات جو خدا نے میرے ہاتھ پر ظاہر کیے ہیں میں نے ایک نقشہ مرتب کر دیا ہے انہیں ڈیڑھ سو کے قریب نشانات دیے ہیں۔ جن کے گواہ ایک فرقہ سے کروڑوں انسان ہیں۔ بیہودہ باتیں پیش کرنا سعادت مند کا کام نہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے فرمایا تھا کہ وہ حکم ہو کر آئے گا۔ اُسکا فیصلہ منظور کرو۔ جن لوگوں کے دل میں شرارت ہوتی ہے وہ چونکہ ماننا نہیں چاہتے اس لیے بیہودہ حجتیں اور اعتراض پیش کرتے رہتے ہیں مگر وہ یاد رکھیں کہ آخر خدا تعالے اپنے وعدہ کے موافق **زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کریگا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر میں افترا کرتا تو وہ مجھے فی الفور ہلاک کر دیتا مگر میرا سارا کاروبار اُسکا اپنا کاروبار ہے اور میں اُسی کیطرف سے آیا ہوں میری تکذیب اُسکی تکذیب ہے اسلیے وہ خود میری سچائی ظاہر کر دے گا۔**

جو لوگ پیشگوئیوں کی حقیقت کو نسمجھکر مجاز اور استعارہ کو ظاہر پر حمل کرنا چاہتے ہیں آخر انکو انکار کرنا پڑتا ہے جیسے یہودیوں کو یہی مصیبت پیش آئی اور اب جیسا نبیوں کو آرہی ہے۔ اور ایلیا کی آمد ثانی کے متعلق اکثر یہی سمجھ بیٹھے ہیں کہ ایلیا ہی سے مراد تھی۔

سارے نشانات عام لوگوں کے خیال کے موافق کبھی پورے نہیں ہوا کرتے ہیں تو پھر ایکیوقت اختلاف اور انکار کیوں ہو؟ یہودیوں سے پوچھو کہ کیا وہ مانتے ہیں کہ مسیح کے آنے کیوقت سارے نشانات پورے ہو چکے تھے؟ نہیں یاد رکھو! قانون قدرت اور سنۃ اللہ ہمعاملہ میں یہی ہے جو میں پیش کرتا ہوں وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔

انسانی خیالات انسانی تاویلات اور قیاسات بالکل صحیح اور قطعی یقینی نہیں ہو سکتے ان میں غلطی کا احتمال ہے ایک امر کے واقع ہونے سے پہلے جو رائے قائم کی جاوے اُسپر قطعیت کا حکم نہیں لگا سکتے لیکن جب وقت آتا ہے تو سارے پردے کھل جاتے ہیں یہی وجہ تھی کہ آنیوالیکا نام حکم رکھا گیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اسوقت اختلاف عام ہوگا تب ہی تو اُسکا نام حکم رکھا گیا۔ پس سچی بات وہی ہو سکتی ہے جو حکم کے مُنہ سے نکلے۔

نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ وہ قرآن کیطرف توجہ کرے گا کیونکہ حدیث کو تو لوگوں کا ہاتھ لگ چکا ہے مگر قرآن شریف خدا تعالی کا لاتبدیل کلام ہے جسپر کسی انسانی ہاتھ نے کوئی کام نہیں کیا۔ اب جو خدا تعالے کا کلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

سوال

تعدد ازدواج کی تحدید اربعہ تک شرع اسلام میں ثابت ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

شرع اسلام نے تعدد ازدواج کو اُمت محمدیہ کے لیے اربعہ تک ہی محدود کر دیا ہے قال اللہ تعالیٰ فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ ان لا تعولوا

اس آیت سے استدلال واسطے تحدید مذکورہ کے اس طریق سے ہے کہ ان خفتم شرط ہے اور جواب اس شرط کا فانکحوا واقع ہوا ہے یا فواحدۃ ہے اور دوسرا نیز فان خفتم کا اعادہ دوسری بعینہ ہو جانے سے کیا گیا ہے بہرحال اگر تحدید مذکورہ تسلیم نہ کیجاوے تو بین ہذا الشرط والجزاء کوئی تعلق نہ رہیگا بلکہ عدم انصاف کا خوف اعداد زیادہ ہو جاویگا اور پھر بین الشرط والجزاء کوئی ربط قائم نہ رہے گا بلکہ مثل مشہور صادق آئیگی کہ فرمن المطر و قر تحت المیزاب جو بالکل خلاف مراد کلام الٰہی کے ہے ہاں اگر تحدید مذکورہ تسلیم کیجاوے اور جزائی شرط لا تکثروا النکاح مانی جاوے جو مثنیٰ وثلٰث ورباع سے مفہوم ہوتی ہے یہی یہ بھی ملحوظ رہے کہ توریت وغیرہ میں کوئی تحدید نہیں تھی دیکھو حضرت داؤد وغیرہ کے تعدد ازدواج کو اور نیز خود زمانہ بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عرب میں بھی تعدد ازدواج میں استکثار مفرط تھا تو بہ لحاظ تحدید اربعہ میں بین الشرط والجزاء ربط بخوبی پیدا ہو گیا اور دونوں شاہد عدل ہیں کہ اس استکثار تعدد ازدواج میں جو ماسبق اسلام میں تھا مفاسد دینی و دنیوی کا اس اُمت وسطہ کے لیے بڑا ہی خوف تھا بلکہ بعض جگہ چار تک میں بھی دونوں قسم کے مفاسد کا احتمال و اشتباہ ہو جاتے ہیں جسکا تدارک اسی علیم مطلق نے یہ فرمایا کہ فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ۔ فبیان الربط بین الشرط والجزاء واجب علی القائل بعدم التحدید بترتب ہذا الجزاء والجواب علی الشرط المذکور۔ اور اگر اس لحاظ کو کہ دو دو ملکر آتی ہے دو اور تین اور چار کے مجموعہ تک کو نو ہوتی ہیں تحدید کی جاوے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی بلیغ کے کلام میں بھی جائز نہیں مرتکب عمل لا طائل کر کر تسعہ وغیرہ جمع پایا جانا [illegible]

ومن ادعی فعلیہ البیان اور اسپر علاوہ یہ کہ مثنیٰ اور ثلٰث اور رباع کے معنی دو اور تین اور چار کے نہیں آتے بلکہ ان الفاظ کے معنی لغت عرب میں دو دو اور تین تین اور چار چار کے ہیں تکرار کے ساتھ آتے ہیں پس اگر انکا مجموعہ لیا جاوے تو اٹھارہ ہو جاتے ہیں اور پھر علاوہ اسپر دونوں صورتوں میں یعنی خواہ تحدید نو کے ساتھ کی جاوے یا اٹھارہ کے ساتھ مگر شرط اور جزا کے درمیان پھر بھی ربط باقی نہیں رہتا اور یہاں آتش در کاسہ لازم آیا جاتا ہے اور ایک اور فساد لازم آتا ہے اور وہ یہ کہ فان خفتم جو شرط ہے اس کے جواب و جزا میں جواب شرط کا بصیغہ امر یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث ورباع اور بموجب مقتضائے صیغہ امر کے نو یا اٹھارہ تک کا جمع کرنا ہر ایک مسلمان پر واجب ہو جاوے وما ہذا الا سفسطۃ محض اگر کہا جاوے کہ یہی سفسطہ شرط اور جزا مذکورہ میں در صورت تحدید باربعہ کے بھی لازم آتا ہے تو کہا جاویگا کہ غرض اور مراد آیہ تحدید باربعہ سے منع عن زیادۃ الاربع ہے نہ وجوب اربعہ تک کا وقت خوف کے اور اس مراد آیہ کو فواحدۃ نے بخوبی واضح کر دیا ہے جسواسطے لا تکثروا النکاح شرط کی جزا میں مراد آیہ ہوتی ہیں بجز اس کے چارہ نہیں ہے کہ اس شرط و جزا کو مراد آیہ تحدید باربعہ سے یہی ہے کہ استکثار تعدد ازدواج مروجہ ماسبق اسلام کو رد کیا جاوے اور اس امت وسطہ کے لیے خیر الامور اوسطہا کے ہدایت فرمائی جاوے اور افراط اسرائیلی یہود اور تفریط عیسائیوں کی رد کی جاوے اور اگر اس تحدید باربعہ میں بھی خوف ظلم کا ہو تو اسکا علاج فواحدۃ سے کیا جاوے اور یہی معنی لا تکثروا النکاح کے ہیں۔ اور تعامل خیر القرون کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے ولا اعتداد بشذوذ الاقوال وندور الافعال او وقوع الزیادۃ علی الاربعۃ قبل نزول الآیۃ۔ اور اس شرط و جزا کے آگے بھی آیۃ میں فرماتے ہیں ذلک ادنیٰ ان لا تعولوا تعلیم فرمایا یہ بھی صریح دلالت کرتا ہے کہ تحدید تا باربعہ یا فواحدۃ ہے قریب تر بانصاف ہے لیکن اگر تحدید الی اربعہ تسلیم نہ کی جاوے یا نو اور اٹھارہ تک تحدید کی جاوے تو ذلک ادنیٰ ان لا تعولوا بھی نعوذ باللہ لغو ہو جاوے گا کیونکہ واقعات اس کے مخالف پڑے ہوئے ہیں اور کلام الٰہی واقعہ کے مخالف ہرگز نہیں ہو سکتا ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیراً۔

علاوہ یہ کہ ذکر کرنا لفظ مثنیٰ وثلٰث ورباع تک کا بھی اسی تحدید پر دلالت کرتا ہے مثلاً ہمکو کچھ عدد مٹھائی کے بلحاظ مدارج مقسوم علیہم کے تقسیم کرتے ہیں اگر ہم قاسم کو یہ حکم دیویں کہ اگر تمکو خوف ہو کہ یہ مٹھائی سب کو نہ پہنچ سکے گی تو اس اعداد مٹھائی کو دو دو تین تین چار چار تقسیم کرو پھر اگر قاسم چار چار سے زیادہ تقسیم کرے تو وہ ہماری منشا کی مخالفت کا مرتکب ہوگا۔

ثانیاً جبکہ حدیث کیطرف نظر کی جاتی ہے تو اس سے بھی تحدید الی اربعہ ہی ثابت ہوتی ہے مشکوٰۃ شریف میں ہے وعن ابن عمر ان غیلان بن سلمۃ الثقفی اسلم وله عشر نسوۃ فی الجاہلیۃ فاسلمن معه فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امسک اربعا وفارق سائرهن رواہ احمد والترمذی وابن ماجة۔ ایضاً عن نوفل بن معاویۃ قال اسلمت وتحتی خمس نسوۃ فسألت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال فارق واحدة وامسک اربعا فعمدت الی اقدمهن صحبة عندی عاقر منذ ستین سنة ففارقتها رواہ فی شرح السنة۔

چونکہ یہ احادیث قرآن مجید کے وجوہ اعرابی کی گویا مفسر اور مبین مفاہیم الفاظ قرآنی کی واقع ہوئی ہیں لہذا واجب الاخذ والعمل ہیں اور انکی اسناد کی صحت وغیرہ میں بحث کرنیکی ہمکو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آگے رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعدد ازدواج جو اس تحدید سے زائد تھا سو یہ بوجوہ حکمیہ مختصات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کما قال اللہ تعالیٰ یا ایہا النبی انا احللنا لک ازواجک التی آتیت اجورهن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک وبنات عمک وبنات عمٰتک وبنات خالک وبنات خٰلٰتک التی هاجرن معک وامرأة مؤمنة ان وهبت نفسها للنبی ان اراد النبی ان یستنکحها خالصة لک من دون المؤمنین قد علمنا ما فرضنا علیهم فی ازواجهم وما ملکت ایمانهم لکیلا یکون علیک حرج وکان اللہ غفورا رحیما ترجی من تشاء منهن وتؤوی الیک من تشاء ومن ابتغیت ممن عزلت فلا جناح علیک ذلک ادنیٰ ان تقر اعینهن ولا یحزن ویرضین بما آتیتهن

کلہن واللہ یعلم ما فی قلوبکم وکان اللہ علیما حلیما لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بہن من ازواج ولو اعجبک حسنہن الا ما ملکت یمینک وکان اللہ علی کل شیء رقیبا۔ اس آیت میں چند امور غور طلب ہیں اوّل کہ احللنا ہے۔ کیونکہ جن ازواج کا مہر بھی دیا جا چکا ہو ان کے حلال ہونے میں کیا تردد تھا جس کے رفع کے لیے احللنا فرمایا گیا اس اخبار میں کوئی فائدہ جدید ہونا ضروری ہے دوم بنات العم وغیرہا سب کے لیے جائز ہیں پھر ان کی تخصیص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کیا ہے جس کیلیے تحلیل آنحضرت صلعم کی لیے مخصوص کر کے بیان کی گئی سوم قد علمنا فرمانے کی کیا ضرورت پیش آئی مومنین کے تزوج کے لیے جو شرائط مقررہ ہیں انکا علم تو رسول کریم بلکہ مومنین کو بھی حاصل ہے پھر مختص ہونا اس علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کس وجہ سے ہے چہارم لکیلا یکون علیک حرج جو فرمایا گیا ہے اسمیں قریافت طلب امر ہے کہ وہ کونسا حرج تھا جس کے سبب ازواج کے بارہ میں من دون المؤمنین بعض امور کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مختص فرمایا گیا جس سے رفع حرج ہو گیا پنجم اور پھر غفورا رحیما فرمایا اسجگہ پر نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کیا وجہ ہے کس امر کی مغفرت فرمائی گئی جو مقتضائی شان رحیمی ہے ششم واللہ یعلم قلوبہن کی جگہ پر مذکرین امۃ کو بخطاب واللہ یعلم ما فی قلوبکم دیغہ کیوں مخاطب فرمایا گیا کیونکہ سیاق وسباق میں صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا تذکرہ ہے نہ مومنین امۃ کا۔ ہفتم آخر آیت میں وکان اللہ علی کل شیء رقیبا فرمانیں کیا نکتہ ہے ہشتم حکم مندرجہ ترجی من تشاء منہن الآیہ ازواج کے حق میں بناء سخت حکم ہے جو انکو ضرور ناگوار ہوگا مگر معہذا فرمایا گیا کہ ذالک ادنی ان تقر اعینہن ولا یحزن ویرضین بما اتیتہن کلہن کل نساء نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس سخت حکم سے کب راضی ہو سکتے ہیں بلکہ کوئی خوش بھی کوئی نا راض۔ اب میں سوالوں کے جواب میں بہم چند امور بیان کرتے ہیں مگر بلا ترتیب مندرجہ سوال کے ہر ایک سوال مذکورہ کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ نے بخوبی حل ہو جاوے واضح ہو کہ یہ آیت سورہ احزاب کی ہے جو سورۃ نساء کو تخمیناً چار برس پیشتر نازل ہوئی ہے کیونکہ جنگ احزاب سنہ ۵ھ میں واقع ہوئی ہو اور اس وقت تک تعداد ازواج کے بارہ میں نہ امۃ کے لیے کوئی تحدید نازل ہوئی تھی اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بلکہ حسب شریعت ہائے قبل کے عرب میں بھی اور دیگر بلاد ملک شام وغیرہ میں بغیر تحدید کے عمل درآمد تھا اور اسی بنا پر آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں تعداد نو تک پہونچ گئی تھی بلکہ آنحضرۃ صلعم اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں بھی اس وقت تک اگر کوئی تحدید ہو تو جائز تھی۔ کیونکہ قبل نزول سورہ نساء تک کوئی تحدید اس بارہ میں شریعت اسلام میں نازل نہیں ہوئی تھی جب علم الٰہی ہوتا تھا تحدید فیہ مندرجہ سورہ نساء امت کے لیے علم الٰہی میں ضرور تھی لیکن یہاں وہ قد علمنا فرمایا گیا ہے کیونکہ اُسوقت تک اس تحدید مذکورہ کا علم نہ مومنین کو حاصل تھا اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مگر قد علمنا سے یہ معلوم ہو گیا کہ امت کے واسطے اس بارہ میں کوئی تحدید ضرور ہونیوالی ہے جو علم الٰہی میں ہے اور علم اُسکا ابھی تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔ ایک نکتہ اسجگہ پر قابل یادداشت ہے اور وہ یہ ہے کہ علم الٰہی میں یہ امر بھی موجود تھا کہ ما ملکت ایمانکم کا باب کسی مدت معین تک کھلا رہے گا یعنی جبتک اسلام میں آزادی پیدا نہ ہو اور جبکہ دنیا میں بتبعیت اسلام کی آزادی پیدا ہو جاوے گی تو پھر یہ دروازہ بھی سراری کا بند ہو جاوے گا ہذا وہ خوف عدم انصاف کا جو کثرت لونڈیوں سے نسبت حرائر کے پیدا ہو سکتا ہو وہ بھی رفع ہو جاوے گا لہذا بالفعل انکی کچھ پرواہ نہیں کی گئی کیونکہ یہ خوف عارضی ہے اجتک باقی نہیں رہے گا کیونکہ واسطے سراری کے کفار حربیوں کے لیے یہ امر تجویز کیا گیا ہے نہ ابدًا اور مسیح موعود کے وقت میں تو یہ خوف بالکل ہی باقی نہ رہیگا جیساکہ حدیث مسیح یضع الحرب وغیرہ اسپر دلالت کر رہی ہے یعنی جب کہ بسبب حصول آزادی کے جہاد ہی موقوف ہو جاوے گا تو پھر لونڈیاں کیونکر حاصل ہو سکتی ہیں علاوہ یہ کہ اگر کوئی زوج حقوق حرائر کو بسبب وجود سراری کے تلف بھی کرے تو عدالت ہای شرعیہ حرائر کے حقوق دلانے کے لیے موجود ہیں پس عدالتوں شرعیہ سے یہ خوف رفع ہو سکتا ہے لہذا یہ نکتہ مذکورہ بھی قد علمنا میں داخل ہے وبس۔ اور یہ مسئلہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات امہات المؤمنین ہیں بعد طلاق یا وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اہل مومن کو اُنسے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں قال اللہ تعالےٰ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا۔ ایضاً۔ قال اللہ تعالیٰ وازواجہ امہاتہم اسیوجہ سے آیت بالا میں فرمایا گیا ہے ومن ابتغیت ممن عزلت فلا جناح علیک یعنی جس عورت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم طلاق دیدیویں خواہ طلاق ثلث ہوں یا اقل ثلث سے ہوں بغیر تحلیل اور حلالہ کے آپ پھر اسکو ازواج میں داخل فرما سکتے ہیں کیونکہ اگر مطلقہ کا تزوج بغیر تحلیل کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ کر سکتے تو پھر باب نکاح ہی اس مطلقہ پر مسدود ہو جاتا اسی واسطے اسکے آگے فرمایا گیا ذلک ادنی ان تقر اعینہن ولا یحزن الآیہ یعنی جو ازواج مطہرات کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تزوج میں تو ایک دفعہ داخل ہو چکی تھیں انکی مفارقت کر دینی بڑا مفسدہ دائم ہوتا تھا اور ان ازواج مطلقہ پر بسبب انسداد باب نکاح کے بڑا ظلم ہوتا لہذا بدستور قائم رکھی گئیں اب اس امر کو خواہ مختصات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرار دیا جاوے یا ازواج مطہرات کے مختصات سے گردانا جاوے بہرحال نہایت پر حکمت اختصاص ہے۔ ہاں اس اختصاص سے حدیث نفس کیطرح پر مومن کے قلب میں بھی یہ شبہ گذر سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اختلاط دنیوی میں اُمت سے زیادہ مصروف رہتے ہوں بلکہ اس حدیث نفس کا پیدا ہونا بعض صحابہ کو بھی پایا جاتا ہے جیسے جملہ کا ہم تقالوہا مندرجہ حدیث صحیح طویل جسمیں جملہ اخیرہ من رغب عن سنتی فلیس منی بھی دلالت کرتا ہے اور خود اسی آیت میں جملہ واللہ یعلم ما فی قلوبکم وکان اللہ علیما حکیما اسکی صراحۃً کر رہا ہے اور اسی لیے مذکرین امۃ یہاں پر مخاطب کیے گئے ورنہ انکو مخاطب کرنے میں کوئی حکمۃ نہیں ہوگی پس اسی حدیث نفس کے ازالہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسکی علت کو اپنی عظمت کیطرف اسناد فرما کر ارشاد فرمایا کہ ہم نے بسبب چند مصالح اور حکم کے جس میں ایک رفعت شان نبی بھی ہے جسپر لفظ نبی بھی خود دلالت کر رہا ہے ازواج النبی موجودہ کو حلال اور جائز رکھا ہے اور دیگر مومنین امۃ کے لیے ہمارے علم میں ایک اور تحدید ہے جو اپنے وقت پر ظاہر کی جاویگی اور یا خصائص پر حکم جو بظاہر نظر عوام میں خلاف تقدس معلوم ہوتا ہے وہ آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہرگز خلاف تقدس نہیں ہیں کہ

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوۃ بھی سب سے زیادہ ہے اور عالم علوی کیطرف انجذاب بھی انکا سب سے زیادہ تر ہے پس اس اختصاص کا اُن کے لیے ہونا ضروری ہے نہیں تو کسی قدر انجذاب اسکا عالم سفل کیطرف بھی رہے ورنہ پھر اعتدال شرائع متعلق معاملات کا قائم نہیں رہ سکتا تو اس لیے بڑا حرج واقع ہوتا لہذا فرمایا گیا لکیلا یکون علیک حرج اور یہی وجہ ہے غفور اور رحیم فرمانیکی بنسبت آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کے یعنی وکان اللہ غفوراً لک ما حرم من ذلک علی العباد لکونہ رحیماً بک۔ اور جو بنات العم وغیرہ مہاجرات آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کے تزویج میں داخل تھیں ایک تو انکا حق تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیونکہ انھوں نے مصائب ہجرۃ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور معاداۃ میں برداشت کیے تھے اور دوسرا بڑا حق آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کا اُنپر تھا کہ جلد وفات انکی ازواجات وغیرہ کی آپ فرماتے تھے اور دوسرا کوئی شخص ایسی عمر گیری انکی کیونکر کر سکتا تھا اور چونکہ وے سب ہاشمیہ یا قرشیہ خاندان عالی میں سے تھیں انکو دوسرے کسی شخص کی نوبت کب اور کیونکر گوارا ہو سکتی تھی اور پھر وہ ازواج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داخل تھیں کسی دوسرے مومن اُمۃ کو حلال ہی نہ تھیں لہذا انکی حلت نکاح کی حکمۃ ظاہر کرنی بھی ضروری ہوئی جو الاتی ھاجرن معک سے ظاہر فرمائی گئی اور بغیر مہر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کسی عورت کا نکاح جائز ہو جانا کوئی بڑا اختصاص نہیں ہے کیونکہ یہ امر تو ادنیٰ اُمتی کے لیے بھی اذنک تبدل کے ساتھ حاصل ہے، جیسے کہ معافی مہر کی بعد نکاح کے عورت کیطرف سے اُمتی کے لیے بھی ہو سکتی ہے فرق صرف اسقدر ہو کہ مومن اُمتی کے نکاح میں مہر لازم آجاتا ہے اور بعد میں معاف بھی ہو سکتا ہے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے وقت نکاح کے بھی اگر عورت اپنے نفس کو آنحضرت کے لیے بغیر مہر کے ہبہ کرنا چاہے اور آپ بھی اسکی درخواست کو قبول فرمالیویں تو مہر لازم نہیں آتا ہے آگے رہا تعدد کا ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سو وہ بھی بالضرور ثابت ہے بلکہ کسی قدر اُمۃ سے اُس تعدد میں زیادہ تنگی ہو کیونکہ لا یحل لک النساء من بعد کے آگے یہ بھی فرمایا گیا ہے ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن بخلاف اُمۃ کے کہ اُن کے لیے اس قسم کا تبدل

یعنی ایک عورت کو بوجہ موجہ طلاق دیکر دوسری نکاح کر لینا جائز ہے چونکہ اس تنگی میں ایک اندیشہ یہ بھی تھا کہ مبادا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپکی فرمانبرداری کی پوری اطاعت کر نہیں کچھ کوتاہی کریں کیونکہ پھر کوئی بڑا زور آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا باقی نہیں رہا سوائے طلاق کے جو روزانہ کب واقع ہو سکتی ہے کیونکہ ابغض المباحات ہے لہذا اس تنگی کے رفع کے واسطے یہ تدبیر کی گئی ہے کہ باری آپ پر فرض نہیں کی گئی کما قال تعالیٰ ترجی من تشاء منھن وتؤوی الیک من تشاء اس تدبیر سے ہر ایک عورت آپکی فرمانبرداری میں زیادہ تر کوشش کرتی رہیگی تاکہ آپ خوشنود رہیں اور مطلوب حق پورا ادا فرمادیں چنانچہ ایسا ہی کچھ واقع بھی ہوا اور یہی معنی ہیں اس جملہ کے ذلک ادنیٰ ان تقر اعینھن ولا یحزن ویرضین بما اتیتھن کلھن کے اور چونکہ جملہ احکام میں اللہ تعالیٰ نے انواع انواع کی حکمتیں اور مصالح رکھے ہیں اور ہر ایک پہلو حکم میں حکمۃ اور مصلحۃ کی رعایت فرمائی گئی ہے کمال لہذا آخر آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ وکان اللہ علی کل شیء رقیبا اس بیان سے ہمارے یہ بھی ثابت ہوا کہ خالصۃ لک من دون المومنین متعلق ہے کل امور کے جو اُس کے ماقبل بیان ہوئے ہیں اور احللنا سے یہانتک بیان فرمائی گئی ہیں اُن سے حال واقع ہوا ہے نہ یہ کہ صرف ان وھبت نفسھا للنبی کے متعلق ہو کیونکہ اسمیں کوئی حسن معنوی پیدا نہیں ہو سکتا فقط

کتبہ

سید محمد احسن امروہوی عفی عنہ

۱۰ فروری ۱۹۰۳ء

مکرر آنکہ جو صاحب اس تحریر کا جواب دیویں انپر لازم ہو کہ ہر ایک دلیل و وجہ لطیفہ کو دلائل بینہ سے منقوض کریں نہ یہ کہ لا تسلم کا مضمون طویل لکھیں (محمد احسن)

اطلاع

براہ قانی رد عیسائیت اور آریہ و برہمو کے لیے جو رسالت ہمارے احباب نے وقت طبع کرائی تھیں وہ اکثر اب محفوظ نہیں رہیں لہذا التماس ہے کہ وہ صاحب اب مجھکو دو دو نسخے مرحمت فرماویں تاکہ کتب خانہ میں خدمت اسلام کا ذخیرہ بنے۔ — حکیم فضل الدین از قادیان

ہم کیا چاہتے ہیں؟ اور کیوں؟

یہ ایک مختصر خطبہ کا مضمون ہے جو ۱۳ فروری ۱۹۰۳ء کو حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سلمہ ربہ نے پڑھا تھا۔ ایڈیٹر

جس قدر لوگ یہاں موجود ہیں وہ خوب غور سے سُن لیں اور یاد رکھیں۔ اور جو یہاں موجود نہیں وہ جنکو سنا سکتے اور پہونچا سکتے ہیں انکو پہونچا دیں کہ ہماری اصل غرض اور منشا کیا ہے؟ اور کیوں؟ اسکا مختصر جواب یہی ہے کہ ہم دل سے چاہتے ہیں اور منشا کے لیے چاہتے ہیں کہ کل دنیا اس بات کو یقین کرلے کہ مسیح مر گیا کیونکہ قرآن کا احیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احیا۔ اسلام کا احیا اسی میں ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا احیا بھی اسی میں ہے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ کل دنیا اس امر کا یقین کرلے۔ اس اقرار کے بغیر خدا تعالیٰ کی معرفت اور سچا ایمان اسکی ہستی اور توحید پر قائم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ سچے ایمان کے لوازمات اور ثمرات اعمال صالحہ تقویٰ اور طہارت کی توفیق ملتی ہے۔ لیں میں تمام مسلمانوں کو خصوصاً یہ پیغام حق پہونچاتا ہوں کہ وہ جسطرح لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اسی طرح اس بات پر ایمان لائیں کہ مسیح مر گیا ورنہ جس جس قدر اسکے ماننے میں تردد اور شک ہوگا اُسیقدر ایمانی حالت کا پہلو کمزور اور ایمانی ثمرات اور نتائج کے حصول میں سستی ہوگی۔

افسوس ہے۔ ان لوگوں پر جنھوں نے اس بات کو نہیں سمجھا اور اسکو بالکل معمولی اور جھگڑے کی بات قرار دیتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ اسی ایک مسئلہ نے اسقدر فساد پھیلایا ہے کہ ۳۰ لاکھ کو زیادہ کو مرتد کر دیا ہے اور اکثروں کو ضعیف الایمان بنا دیا ہے۔ کیونکہ جب یہ مان لیا گیا کہ مسیح ۱۹ سو برس سے ابتک بہ سقدر زندہ ہے اور حوادث زمانہ کا بھی اسپر کوئی اثر نہیں ہوتا اور پھر اسکے مرنے کا کوئی ثبوت بھی نہیں تو بتاؤ کہ اسکے خدا بنانے میں کیا کسر باقی رہی؟ اور اس سے اُس پاک توحید پر جو اسلام لیکر آیا ہے کیسی خطرناک زد ہوتی ہے اور صلیب کے پرستار

مذہب کو کیسی تقویت ہے۔

ہم یہ بات کہ مسیح مر گیا محض خیالی امر کی بنا پر نہیں کہتے بلکہ اس کے لیے بینات اور دلائل قویہ موجود ہیں۔ جنکو بارہا ہم نے ذکر کیا ہے پس اس مسئلہ کی اشاعت اور تبلیغ اہم کام اسی لیے سمجھا گیا ہے کہ خدا پرستی اور تقویٰ و طہارت کی راہ میں یہ ٹھوکر کا پتھر ہے جب اس پتھر کو دور کر دیا گیا تو صلیبی مذہب کی دیوار زمین پر گر پڑتی ہے اور اسلام کی عظمت و جلال کا پورا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہ بات بڑی آسانی کے ساتھ طے ہو جاتی ہے کہ آنیوالا مسیح موعود کون ہے؟

آنیوالے مسیح موعود کا انکار تو کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ تمام نبیوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بشارت متواتر ملتی ہے کہ آخری زمانہ میں ایک مسیح آنے والا ہے اسلیے اس سے تو انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ماننا کہ وہی مسیح جو انیس سو برس گذرے ناصرہ کی بستی میں تھا اور بنی اسرائیل کے گھرانے کا خاتم تھا جو یہودیوں کے ہاتھوں ماریں کھاتا ہوا صلیب پر ایلی ایلی لما سبقتانی کہتا ہوا چڑھایا گیا یا بالفاظ دیگر یوں کہو جو عیسائیوں کے اعتقاد میں زندہ آسمان پر چلا گیا پھر آئے گا تو ایسا عقیدہ رکھنا اسلام کا انکار کرنا ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنی جگہ ایک مستقل نبی شریعت موسوی کا پابند تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یعنی آپ کے بعد کوئی نبی بدون آپ کی مہر کے آ نہیں سکتا۔ یعنی جبتک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برکات اور فیض حاصل نہ کرے۔ اور مسیح کے لیے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ مستقل نبی ہو کر پھر تابع شریعت محمدیہ ہو اور نبوت سے تنزل کرکے امتی ہو۔ اسلیے اگر وہی مسیح آوے تو ختمیت کی مہر ٹوٹتی ہے اور خاتم الانبیاء وہ ٹھہر جاتا ہے۔ پس مسیح کا آنا تو کسی بھی صورت میں ممکن نہیں قطع نظر ان دلائل کے جو اس کے آنے پر دیے جاتے ہیں یہی ایک بڑی زبردست دلیل کافی ہے حضور کا جبکہ انکی موت بھی ثابت ہو۔ پھر یہ مسئلہ کہ آنیوالا کون ہے بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مردہ تو واپس آ نہیں سکتا۔ پس آنیوالا کوئی اور ہے۔

اور وہ کون ہے؟ اس سوال کا جواب قرآن کریم نے خود بڑی وضاحت سے دیا ہے اور احادیث صحیحہ میں بھی جو قرآن شریف کے عین مطابق ہیں کھلے لفظوں میں بتایا گیا ہے قرآن شریف نے دو سلسلوں کا ذکر کیا ہے اپنی وعدہ کے موافق جو توریت میں ہو چکا ہے ایک سلسلہ موسیٰ کا اور دوسرا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ توریت میں جیسے مثیل موسیٰ کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ اسیطرح قرآن شریف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کا مصداق تسلیم کیا ہے چنانچہ فرمایا انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً +

پھر قرآن شریف نے سلسلہ خلافت موسوی کی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں بھی ایک سلسلہ خلافت کا وعدہ فرمایا وعد اللہ الذین امنوا منکم الآیۃ۔ اب یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد سارے خلیفہ توریت ہی کے پابند تھے کوئی باہر سے نہیں آیا پھر یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسی سلسلہ کیطرح ایک سلسلہ خلافت کا قائم کرنے کا وعدہ کرے اور وہ خلفاء امت محمدی میں سے نہ ہوں؟ خصوصاً ایسی حالت میں کہ خاتم الخلفاء کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہو کہ امامکم منکم آنیوالا امام تم ہی میں سے ہوگا۔

ایکطرف تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کی موت کا ذکر بڑی وضاحت سے کیا اور پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ ٹھیرایا اور سلسلہ خلافت کا موسوی خلفاء کیطرح قائم کرنیکا وعدہ فرمایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید اور تصدیق میں امامکم منکم فرمایا پھر یہ شک و شبہ کہاں سے پیدا ہوگیا کہ آنے والا بنی اسرائیل میں سے ہوگا؟

باوجود اس قسم کا وہم یا خیال کرنا بھی اسلام کو ہاتھ سے دینا ہے گویا کفر ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین ٹھیرا دیا ہے یا کل نبوت پر آپکی ہی مہر ہو گئی ہے۔ آیندہ اگر کوئی الہام یا وحی پائے گا اگر وہ یہ دعوی کرے کہ بلا فیض بدوں استفادہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مجھے یہ برکات ملی ہیں تو وہ جھوٹا اور کذاب ہے یہ ہمارا مذہب ہے اب کون ہے جو کسی اور امت سے آکر بیچ میں جھوٹا ہے وہ شخص اور لعنتی ہے وہ زبان جو ایسا دعویٰ کرے۔

غرض یہ بات بڑی صاف اور واضح تھی کہ آخری زمانہ میں آنیوالا خاتم الخلفاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے نور حاصل کریگا اور وہی مسیح ہے۔ اب تم سمجھ لو کہ **مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی مر گیا اور وعدہ کے موافق آنیوالا امام اسی امت سے آیا**

ہمارے امام علیہ الصلوۃ والسلام نے جب کہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ **وعدہ کے موافق آنے والا میں آیا ہوں** اور آج تک ہزارہا اشتہار کتابیں رسالے لکھے ہیں۔ اور کوئی تحریر ایسی نہیں ہے جسمیں اس مسئلہ پر زور نہ دیا گیا ہو بہت تھوڑے لوگ ہیں جنھوں نے اس بھید کو سمجھا ہو۔ کہ کیوں مسیح کی وفات پر زور دیتے ہیں اسکی اصلیت اور حقیقت یہی ہے کہ اس کفر نے خطرناک نقصان پہونچایا ہے جو ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے اور اسکی آڑ میں خدا تعالیٰ کے ہزاروں لاکھوں مقدسوں اور راستبازوں کو گالیاں دی گئی ہیں اور انکی توہین ہوئی ہے خصوصیت کے ساتھ سید المعصومین خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت بیحرمتی کی گئی اور اسقدر ہتک اور توہین کی کتابیں لکھی ہیں کہ انکا مجموعہ بلند ترین پہاڑ سے بھی بڑھ جاتا ہے وہ بچے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے والدین کے گھر میں پیدا ہوئے تھے وہ اب محمد رسول اللہ کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور ۳۰ لاکھ مرتد ہو گئے۔ ایسا کفر شدید کہ جسکی نسبت قرآن نے فرمایا کہ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین پاش پاش ہو جائے اس کفر کے دور کرنے کے لیے جسنے قدم اٹھایا ہو کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ اسی نے کوشش کی ہے کہ آسمان کو پھٹنے اور زمین کو پاش پاش ہونے سے بچانے کے لیے سب قدم اٹھایا ہے پھر کسقدر عظیم الشان کام اس امام نے کیا ہے۔ اگر آج سے چالیس پچاس برس پہلے خدا تعالیٰ کا یہ نور آتا تو یہ فتنہ اسقدر نہ بڑھتا مگر خدا تعالیٰ اس نور کی عظمت ظاہر کرنا چاہتا تھا اسی لیے اسے عین ضرورت حقہ کے وقت نازل فرمایا

اب مسیح کی خدائی کی ٹانگ بیشتر چیر ٹوٹتی ہے کہ یہ یقین کر لیا کہ وہ مرگیا۔ اور یہ ظنی اور خیالی امر نہیں حقیقتہ یہی امر ہے کہ مسیح کی موت انبیاء علیہم السلام اور قرآن کریم اور خدا کی کتب ہے پس اس امام نے کسقدر احسان کیا ہے کہ ہمکو ایک غارت سے بچالیا خدا کی رحمتیں اور برکتیں اسکے ساتھ ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جسنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا سمجھا ہے اگر میرے پاس ایک بھی دلیل اسکی سچائی کی نہ ہوتی۔ حالانکہ میں محض خدا کے فضل و کرم سے دلائل بیان کر سکتا ہوں تو میں اس ایک خدمت کو جو اسنے اسلام اور قرآن کی کی ہے اسکی سچائی پر شاہد کافی سمجھتا۔ اور سمجھتا ہوں۔ جو دعویٰ کرکے اسکو سزاوار طور پر ثابت کرکے نہ صرف دکھا دیا بلکہ لاکھوں کو منوا دیا کہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہے جسکی برکات اور تاثیرات آج تیرہ سو برس کے بعد بھی ویسی ہی ہیں جیسی تیرہ سو برس پہلے تھیں۔ اور اس نے منوا دیا کہ قرآن زندہ کتاب خدا حی و قیوم خدا ہے اور اسکا زندہ ثبوت خود یہ خدا

ابھی تک یہ وہ مسیح ہے۔

اگر مسلمان اس حقیقت کو سمجھ لیتے تو انکی خاک کو سرمہ بنا لیتے مگر وہ وقت آتا ہے کہ سب مان لیں گے یہاں تک کہ خدا نے اسے وعدہ دیا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے ایسا ہوگا اور یقیناً ہوگا مگر افسوس اُن پر جنھوں نے اب اسے تسلیم نہ کیا۔ اب یہی پکی بات ہے کہ مسیح مر گیا۔ جہانتک جس سے ممکن ہو اس کا وعظ کرو۔

ناظرین اور ہم

واجب التقلید مبارک باد

جہلم کے مقدمہ کے خارج ہونے کی خوشی میں ہمارے معزز ناظرین میں سے جناب ڈاکٹر محمد اسمعیل خان صاحب کا مبارکباد دینے کا خط قابل ذکر ہے اگرچہ خطوط سے ہمیں پہونچا ہوا ہے مگر افسوس ہے کہ عدم گنجائش نے ہمیں موقع نہیں دیا کہ اسکو درج کر سکتے۔ ڈاکٹر صاحب کے پاس جس وقت الحکم کا غیر معمولی ضمیمہ پہونچا۔ آپ نے گروہ شکر کی احمدی جماعت کو شکریہ کی ایک دعوت دی اور اپنے پیارے الحکم کو مبارکباد دینے کا یہ طریق اختیار کیا کہ اسے ایک اور خریدار بھیجا۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ طریق فی الحقیقت قابل قدر اور واجب التقلید ہے۔ دراصل زبانی الفاظ سے کیا ہو سکتا ہے اگرچہ خطوط اس تقریب پر اظہار مسرت کے ہمیں پہونچے لیکن پہلا خط ہے جو اپنے اندر ایک عملی روح رکھتا ہے۔ اگر کل خریداران الحکم جنکا نمبر رجسٹر ۴۵۰ ہے ایسی ہی مبارکباد دیتے تو الحکم ایک ہی اشاعت کے بعد ۹۰۰ چھپ سکتا تھا تاہم ہم اپنے ناظرین سے امید کرتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی تقلید کرینگے۔

چودھری غلام محمد صاحب بی۔ اے۔ انسپکٹر ڈاکخانہ جات بھی الحکم کے مخلص معاونین سے ہیں ہم انکی اس مہربانی اور ہمدردی کے شکرگذار ہیں جو وہ الحکم کی توسیع اشاعت میں کر رہے ہیں کوئی ہفتہ شاذ ہی جاتا ہوگا جبکہ وہ خریدار نہ بھیجتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ انکی مساعی جمیلہ کو قبول فرماوے آمین

الحکم کی بہتری اور استحکام کے عام اسباب میں سے ایک توسیع اشاعت بھی ہے لیکن ابھی تک اس طرف ہم توجہ کیجاتی ہے۔ ہمنے جس کارکن کی تجویز کی تھی کہ سو آدمی منتخب کرتے ان سے دس دس خریدار کی درخواست کریں اسکو ہم نے کچھ عرصہ کے لیے ملتوی کر دیا تھا۔ مگر ہم اگلی اشاعت کے ساتھ شائع کرنے چاہتے ہیں۔ کہ توسیع اشاعت کے کام میں مدد دینے والے ایک سال کے لیے الحکم کے واسطے والنٹیر بنیں اور ہر والنٹیر اپنا فرض سمجھے کہ وہ ایک خریدار ماہوار ہمیں پہونچاتا رہیگا۔ ہم دیکھیں گے کہ ۲۰۰ میں سے کتنے اس خدمت کو اپنے ذمہ لیتے ہیں۔

جن احباب کے ذمہ گذشتہ سال کا کچھ بھی بقایا ہے ہم اس کے وصول کرنے کے لیے اگلی اشاعت سے متواتر وی پی ارسال کرینگے امید ہے کہ بقایا دار احباب اس نوٹس کے بعد وی پی کے منتظر رہینگے۔

آریہ سماج اور سلسلہ عالیہ احمدیہ

پچھلے دنوں ہمارے نومسلم احباب کیدہ نے ایک اشتہار آریہ سماج اور قادیان کا مقابلہ کے عنوان سے نہایت تہذیب متانت اور شائستگی کے ساتھ مذہب حقہ کی شناخت کے معیار پیش کرکے شائع کیا گیا تھا اور ان معیاروں کے ذریعہ آریہ قوم سے انکے ویدک دھرم کی صداقت چاہی گئی تھی۔

بالکل سچ ہے کہ وہ اشتہار حضرة حجة اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے کسی ایما یا اشارہ سے شائع نہیں ہوا تھا بلکہ خود ان نومسلم احباب نے محض ہمدردی اور خیرخواہی کی بنا پر جو اسلام نے انکو سکھائی ہے اپنی قوم پر اتمام محبت کی نیت سے شائع کیا تھا مگر ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ آریہ قوم نے درد دل سے بھری ہوئی دعوۃ کا جواب محض گالیوں سے دیا وہ یاد رکھیں مسیح موعود انھیں یہی کہتا ہے

شعر

گالیاں سنکے دعا دیتا ہوں اُن لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

آریہ قوم کی تہذیب اور شائستگی پر سخت تعجب آتا ہے کہ اس نے بلا وجہ خدا کے برگزیدہ رسول کو گالیاں دینی شروع کر دیں جسقدر اشتہارات ہم نے آریہ سماج کے اس اشتہار کے جواب میں دیکھے ہیں وہ سب کے سب ایک ہی وضع اور طرز کے ہیں جو ویدک شائستگی کا اندازہ کرنیکے لیے کافی ہیں۔

آریہ سماج اگر نیوگ کے ناپاک اخلاق سوز اور حیا کش مسئلہ کے سوا اپنے اندر کوئی پاکیزگی اور سچائی رکھتا تھا تو اسے ان معیار دیکھ کر اپنے مذہب کی صداقت کے لیے آمادہ ہو جانا چاہئے تھا نہ یہ گندی گالیوں پر اتر آتا۔ اس سے کم از کم اتنا تو معلوم ہو گیا کہ آریہ سماج کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اور جیسے بے ثمر نجات حقیقی کے آثار و علامات سے تہیدست محض ہے۔ اور نہ آریہ سماج میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو نجات یافتہ ہونے کا مدعی ہو بلکہ سب کے سب تناسخ کے چکر میں اگر کتے بنے بندر۔ سور کیڑے مکوڑے وغیرہ جونوں میں پھر کر مقتداران جونوں میں آکر محرمات کے سلسلہ کو بھی توڑنے والے۔ کیونکہ وید نے کوئی ایسا قاعدہ کلیہ یا فہرست آریوں کو نہیں دی جس سے یہ اندیشہ باقی نہ رہے کہ کسی آریہ کی محرمات کسی اور جون میں آکر اسکے لئے حلال نہ ہو سکے غرض اسوقت ہمکو آریہ سماج کے اصول تناسخ یا نیوگ پر بحث منظور نہیں بلکہ ان اشتہارات پر سرسری نظر کرنی منظور ہے۔

ان تمام اشتہاروں میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ جن نومسلموں کی طرف سے اشتہار دیا گیا ہے وہ وید اور شاستر سے ناواقف محض ہیں اور ویدوں یا شاستروں کو انھوں نے نہیں پڑھا۔ اور انکے مسلمان ہونیکی وجہ کوئی [illegible] ہے۔

اس اعتراض کا جواب سردست اسیقدر کافی ہے کہ تبدیل مذہب کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اپنے مذہب کی ساری کتابیں اور انکے متعلقات کو سبقاً سبقاً پڑھا جاوے اور پھر دنیا کے تمام مذاہب کی ساری کتابیں پڑھی جاویں انکو بعد ازاں فیصلہ کرے اگر یہ اصول صحیح ہے تو آریہ سماج کو ہم چیلنج کرتے ہیں وہ بتائے کہ کیا اس کے ہر ممبر نے اپنے آبا و اجداد کے مذہب کی ساری کتابیں غور سے پڑھی ہیں اور پھر ویدوں کو بھی پڑھا ہے اور دوسرے مذہب کی کتابوں کو بھی مطالعہ کیا اور اس ساری تحقیق کے بعد اُسنے آریہ مذہب کو قبول کیا ہے؟ اگر ہے تو اس شخص کو پیش کرو۔ کیا آریہ سماج جسمیں موجودہ مردم شماری کے لحاظ سے نو ہزار کے قریب مرد ہیں یہ سب وید دان اور شاستر دان ہیں؟ کم از کم آریہ سماج قادیان کے ممبروں کی بابت پوچھتے ہیں کہ ان میں سے بڑے لمبے چوڑے آریہ لالہ شرمپت رائے کو

اور ہزاروں داخل ہوئے ہیں محض تماشا کیلیے ہوں۔ ورنہ ایسے تو بہت کم ہیں جنہوں نے سارے ویدوں کو پڑھ کر آریہ مذہب کو قبول کیا ہے یا کسی نے اصول بھی جانچ کر ہی ہے پاس کیا ہو اور سنسکرت تو درکنار بھاشا بھی نہ آتی ہو۔

اور پھر آریہ سماج میں داخل شدہ استریاں بھی بید داں ہیں یا وہ صرف نیوگ ہی کی فلاسفی سنکر اس کی سچائی پر ایمان لے آئی ہیں؟ ذرا غور اور فکر کے بعد سچائی سے اس اصول کا جواب دو۔ جو تبدیل مذہب کے لیے آریہ سماج نے قائم کیا ہے۔ اور اگر یہ اصول صحیح ہے تو آریہ سماج کا فرض ہے کہ سب سکھوں۔ جاٹوں۔ سودروں ویشیوں کو کان سے پکڑ کر آریہ سماج سے خارج کریں اور انکو اطلاع دیں کہ جبتک تم اپنے آبا و اجداد کا مذہب پوری طرح تحقیق نہ کرلو اور پھر وید نہ پڑھ لو آریہ نہیں ہو سکتے؟

غرض صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصول کیسا بیہودہ اور مبنی ہے تبدیل مذہب کی فلاسفی کچھ اور ہے اور وہ آریہ قوم سمجھ ہی نہیں سکتی کہ مختصر نوٹ میں ہم اسپر بحث نہیں کر سکتے تحقیق کے لیے کچھ ضرورت نہیں کہ ساری کتابوں کو حرفاً حرفاً پڑھا جاوے بلکہ عام شائع شدہ اصولوں سے مذہب کی حقانیت اور صداقت کا پتہ لگ سکتا ہے مثلاً ایک آریہ کے لیے تبدیل مذہب کے لیے اتنا ہی معلوم کرلینا کافی ہے کہ جو مذہب جیتے جاگتے خاوند کی موجودگی میں کمزور ہونیکی حالت میں دوسرے مرد سے اولاد لینے کے لیے عورت .... کو اجازت دیتا ہے اور اسکا نام **نیوگ** رکھتا ہے یا اور ایسی ہی صورتوں میں ایک عورت کو غیر مرد سے ہم بستر ہونے کی اجازت دیتا ہے وہ کب سچا ہو سکتا ہے۔

یا ایسا ہی یہ اصول معلوم کرلینا ہی اس کے چھوڑنے کے لیے کافی ہے کہ یہ مذہب تعلیم دیتا ہے کہ ایک شخص تناسخ کے چکر میں آکر محرمات سے بھی اولاد لے لیتا ہے یعنی ایک شخص کسی دوسری جون میں محرمات سے بھی نکاح کر سکتا ہے اور وید اس معصیت کو روکنے کی کوئی تدبیر نہیں بتاتا علی ہذا القیاس اب کیا ضرور ہے کہ وہ اس تعلیم کی تحقیق میں سارا وید پڑھتا پھرے یا آریوں کے گھروں میں جاکر پڑتال کرتا پھرے۔

بس یہ اعتراض انکا صحیح نہیں ہے اور اصولی پڑتال کے لیے اردو زبان میں کافی سے زیادہ ذخیرہ موجود ہے اور ہر مذہب کی پڑتال کر سکتا ہے۔ ہاں آریہ سماج یہ اعتراض کرسکتی تھی کہ تم لوگ جو تحقیق کرکے مسلمان ہونے کے مدعی ہو تو نیوگ یا تناسخ کی حقیقت جو تم نے سمجھی ہے بیان کرو

دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ کوئی پرائیوٹ وجہ ضرور ہوگی ہے جس کے معنی علی العموم یہ ہوا کرتے ہیں کہ کسی عورت کیوجہ سے یا روپے کے لالچ سے۔

اسکا جواب ہم بجز اس کے اور کیا دیں کہ یہ وجہات تو آریہ بننے کے لیے البتہ کافی ہو سکتی ہیں کیونکہ جس مذہب میں نیوگ جیسا مسئلہ ہو پھر آریہ کے پاس اس امر کی کیا دلیل ہے کہ وہ اس اعتراض کو رد کریں کہ جو آریہ ہوتا ہے وہ محض نیوگ کے نظارہ کیوجہ سے ہوتا ہے ورنہ ایسے مذہب کو ایک دانشمند کیونکر قبول کر سکتا ہے۔

بعض وقت ہم نے ایسے معترضوں کے منہ سے ان لوگوں کی نسبت جو مسلمان ہوتے ہیں یہ اعتراض بھی سنا ہے کہ یہ مسلمان کا نطفہ ہیں۔ مگر وہ ایسا اعتراض کرتے وقت نہیں سوچتے کہ اس اعتراض کا محل کیا ہے؟ کیا یہ اعتراض انکی اپنی عورتوں پر ہوتا ہے یا مسلمان ہونیوالے پر

غرض یہ اعتراض ہیں جو اس اشتہار کے جواب میں کیے گئے ہیں۔

حضرت حجۃ اللہ کی پیشگوئیوں پر بھی منہ چڑایا ہے اور آتھم کی پیشگوئی یا لڑکے کی پیشگوئی پر ہنسی کی ہے مگر یہ سمجھ نہیں آیا کہ آریہ مسافر کی پیشگوئی کا کیوں ذکر نہیں کیا۔

بالآخر ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ آریہ سماج نے محض گالیوں سے ایک معقول بات کو ٹالدیا اگر انمیں کوئی حقیقت ہوتی تو وہ اپنی مسلمہ قوتوں کے اظہار کے لیے آمادہ ہوتے اور وید کی تعلیم کے ثمرات اور نتائج کا عملی نمونہ پیش کرتے مگر نیوگ کی تعلیم رکھنے والی اور اسپر عمل کرنیوالی قوم سے یہ امید کرنا فضول ہے

تالیف و اشاعت کو نصیحت

لا تقف ما لیس لک به علم ان السمع و البصر و الفؤاد کل اولٰئک کان عنه مسئولا (القرآن)

نخفتہ ندارد کسے با تو کار ۔ ولیکن چو گفتی دلیلش بیار (سعدی)

مولوی سید ممتاز علی صاحب نے اپنے زنانہ اخبار تہذیب نسواں کے علاوہ کچھ عرصہ سے تالیف و اشاعت نام ایک اخبار پندرہ روزہ جاری کر رکھا ہے جسمیں اول اول مذہبی مضامین بھی آزادی سے درج کیے جانے تجویز ہوئے تھے مگر آخر وہ آزادی ایک تنگ دائرے کے اندر محدود ہوگئی۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ پر بھی وقتاً فوقتاً تالیف و اشاعت میں بعض نوٹ نکلے ہیں جو مولوی سید ممتاز علی صاحب کی علمی اور مذہبی قابلیت کو داغ لگانے والے تھے ہمنے اسپر نوٹس لینا اس لیے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ مولوی صاحب ممدوح خود سنبھل جائیں گے مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ ہر روز گر رہا ہے انھوں نے پہلے سے بڑھ کر ٹھوکر کھائی ہے۔

تالیف و اشاعت کی ۱۵ فروری کی اشاعت میں ہمارے عزیز و محترم بھائی شیخ احمد حسین صاحب فرید آبادی کے ایک مختصر سے رسالہ خیالات دربارہ مستورات پر ریویو شائع کیا گیا ہے جس کے ضمن میں حضرت حجۃ اللہ والاسلام مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بھی زباں درازی کی گئی ہے اور درپردہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی گئی ہے اسلیے ہم معصیت سمجھتے ہیں اگر اسکو بدوں توجہ چھوڑیں۔

خیالات دربارہ مستورات پر بہترین ریویو اور ساتھ ہی اسکا اصل محل تو یا مولوی صاحب کا زنانہ اخبار تھا اور اگر یہ ریویو انکے زنانہ اخبار میں شائع کیا گیا ہوتا تو ہمکو زیادہ افسوس نہ ہوتا کیونکہ تہذیب نسواں میں جو مسز ممتاز علی کی ایڈیٹری سے نکلتا ہے بارہا اسلامی عقائد اور مسائل کے خلاف ہنسی اڑائی جاتی ہے۔ بلکہ ہمیں یاد ہے کہ ایکبار کسی شریف اور دیندار لیڈی نے چاہا تھا کہ تہذیب نسواں میں دین کی باتیں ہوا کریں تو ایڈیٹر صاحب نے اسکا جواب یہ دیا تھا کہ دینداری کی تعلیم **ہماری رائے میں اخبار کے ذریعہ بیہودہ ہے**

گویا دین سے کوئی واسطہ ہی نہ ہونا چاہیے۔ شاید مولوی ممتاز علی صاحب اور مسز ممتاز علی صاحبہ کی رائے میں تہذیب نسواں بذریعہ دینداری کا نا ممکن ہوگی؟ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سید احمد خان آنجہانی کے مسلک پر اختیار کر لیگئی ہے بلکہ اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو یہ اخبار اسی مسلک کا اخبار ہے۔

اور اسیطرح ایکمرتبہ تقدیر اور سنت کے مضمون پر ہی اخبار میں بحث شروع ہوئی تو مسز ممتاز علی نے فیصلہ کردیا کہ یہ سنت کوئی شے نہیں۔ اور یہ تو کوشش ہے۔

غرض اس قسم کے بیسیوں مضمون تہذیب نسواں کے فائل سے نکالکر ہم دکھا سکتے ہیں جنمیں اسلام کے بعض مسائل پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ اور مولوی ممتاز علی صاحب نے کبھی کوشش نہیں کی کہ ان غلط فہمیوں کی اصلاح کرتے۔

بہر حال خیالات دربارہ مستورات کے ریویو کا اصل محل اپنے زنانہ اخبار کو چھوڑ کر مولوی صاحب ممدوح تالیف و اشاعت میں اسپر ریویو کرتے ہیں۔

اور اسی رسالہ کی بہت سی تعریف کرنے کے بعد اسکے (اس) ایک حصہ کے متعلق (اس امر کی منشا بھی پیدا کرکے کہ اسکا اثر عقائد اسلام پر کیا پڑتا ہے) بہت بدظنی کی گئی ہے۔

اور اس بدظنی کے محرک مولوی صاحب ممدوح کی ایک الٹی اور سلیم الطبع بہن ہیں۔ خیالات رسالہ مستورات کے آخری حصہ میں شیخ احمد حسین صاحب نے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ اشتہار درج کیا ہے جو مستورات کو تبلیغ کے نام سے آپنے عرصہ گذرا شائع کیا تھا جو الحکم میں ہم شائع کرچکے ہیں اس اشتہار میں یہ نصیحت بھی کی گئی ہے کہ اگر کوئی مرد کسی مصلحت سے دوسری شادی کرے تو انکو اور انکے دوسرے اقارب کو ناخوش نہیں ہونا چاہیے اگر وہ ناخوش ہونگے تو وہ مردود اور شیطان کے بھائی ٹھیریں گے" یہ فقرہ ہے جسپر مولوی صاحب کی سلیقۃ الطبع بہن کو بہت ہی غصہ آیا ہے اگر مولوی صاحب صراحتہ نہ لکھتے تو شاید ہمکو یہ خیال ہوتا کہ ایڈیٹر تہذیب نسوان نے ایسا خیال ظاہر کیا ہو۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ یہ سلیم الطبع بی بی کوئی اور ہی ہیں۔

مولوی سید ممتاز علی صاحب نے بھی حضرۃ اقدس کے اس قول کو نامناسب اور غلط قرار دیا ہے اسلیے اب ہمارا حق ہے کہ ہم انکو ہی مخاطب کریں اور ایسی بیہودہ رائے رکھنے والے ناقص العقل والدین عورت کو خطاب نہ کریں ہم مولوی صاحب سے پوچھتے ہیں اور انکے ذریعہ انکی سلیم الطبع بہن کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ کیا قرآن شریف میں ایک سے زیادہ عورتیں کرنیکی اجازت مرد کو ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس حکم کے خلاف کرنیوالا اور اس سے اظہار ناپسندیدگی کرنیوالا آپکے نزدیک کون ہے؟ کیا آپ اس شخص کو مسلمان کہیں گے جو قرآن شریف کے کسی حکم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے یا اسکا نام شیطان رکھیں گے۔ اور اگر یورپ کی تقلید کیموافق آپ یہ کہیں کہ یہ صدر اول کے حالات کیلیے تھا جو ہم میں عادی ہتی تو ہم پوچھیں گے کہ بہت اچھا اسکے بعد کیا ثابت ہوتا ہے کیا صرف ایک بی بی کرنا یا ایک سے زیادہ۔ یہ اعتراض حضرۃ حجۃ اللہ پر نہیں بلکہ قرآن کریم پر ہے جسنے ایسی تعلیم دی مولوی صاحب کو اپنی اس سلیم الطبع بہن کا فکر کرنا چاہیے اور انکے منہ کو روکنا چاہیے ایسا نہو کہ وہ کل کو رسول اللہ صلعم کی شان میں گستاخی کرنیکی جرأت کر بیٹھیں کہ آپنے اتنے بیبیاں کیوں کیں۔

ہم یہود سے کہتی ہیں کہ یہ تو شاید جو نہیں اب وہ سوچ کیا کہ آنحضرت صلعم کی شان میں ... کی کوئی بات ہے کہ حضرت علی جب دوسری شادی کرنے لگے تو آنحضرت صلعم نے ... تو مولوی صاحب ... کو ناپسند فرمایا تھا ... آنحضرت صلعم نے اسکو پسند نہیں فرمایا تھا

کو آنحضرت صلعم کی جنگ کا موقع ملا وہ یا اعتراض کرنیکا تعلق ثانی کو بری نگاہ سے دیکھتی تھی اور خود کرتے تھے تو معاذ اللہ۔ اور کیا مولوی صاحب بتا سکتے ہیں کہ حضرۃ علی نے ایک ہی نکاح کیا تھا یا ایک سے زیادہ۔ مولوی صاحب اور انکی بہن اگر ایک سے زیادہ بیویاں نہیں چاہتے تو نہ کریں لیکن انکا حق نہیں ہے کہ وہ اسلام کی پاک تعلیم پر حملہ کریں۔ اسوقت زیادہ گنجائش نہیں ورنہ ہم انکو دیکھتے اگر یہ بہائی ہیں اسلام سے محبت رکھتے ہیں تو اس غلطی سے توبہ کریں گے۔

ہمیں سخت ضرورت ہے

جیوش انسکلوپیڈیا کی

قوم توجہ فرمائے

یہودیوں کے علوم اور حالات کے متعلق یہ بڑی بھاری ضخیم کتاب کئی جلدوں میں چھپی ہے اڑھائی سو روپے کے قریب اسکی قیمت ہے ہمارے سلسلہ کی راہ میں اسوقت بعض امور ایسے پیش آگئے ہیں کہ یہ کتاب انشاء اللہ ان کے حل کے لیے کلید فتح باب ہوگی۔ قوم کوشش کرے کہ جسقدر جلد ممکن ہو یہ کتاب منگوائی جاوے۔ اس کار خیر کے لیے سب سے اول قادیان کی جماعت نے پیشقدمی فرمائی ہے چنانچہ ان سب کے اسماء گرامی مع رقوم کے ثبت کئے جاتے ہیں جنھوں نے فیاضی سے اس کام میں معاونت فرمائی۔ امید ہے کہ ہمارے بزرگ دوست بہت جلد کمی کو پورا کرنے کی فکر کریں گے۔

چندہ بنام مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز آنا چاہیے۔ اور کوپن میں صاف تحریر ہونا چاہیے کہ روپیہ بھیجنے والا کس کام کے لیے روپیہ بھیجتا ہے۔ والسلام

خاکسار عبد الکریم قادیانی

مولوی نور الدین صاحب	سے	خواجہ کمال الدین صاحب	سه
منشی محمد مقبول صاحب	عہ	بابو شاہدین صاحب اسٹیشن ماسٹر	سے
ابو سعید صاحب عرب	عہ	میرزا سراج الحق صاحب	عہ
مولوی محمد علی صاحب ایم اے	عہ	مفتی محمد صادق صاحب	عہ
چوہدری سرفراز خانصاحب	عا	بابو محمد افضل صاحب	عہ
خاکسار عبد الکریم	عہ	مولوی عبد اللطیف صاحب	عا
سید فضل شاہ صاحب	عہ	منشی عبد العزیز صاحب	عہ
نواب محمد علی خانصاحب	عہ	سید محمد حسین صاحب	عہ
ناصر علوم الاسلام	ہر	مولوی عبد الغنی صاحب	ہر
شیخ علی بخش صاحب مونگ	ہر	حافظ عبد الرحیم صاحب	ہر
قاضی ضیاء الدین صاحب	ہر	شیخ عبد الحی صاحب	ہر
سراج الحق صاحب	ہر	مولوی قطب الدین صاحب	ہر
مرزا خدا بخش صاحب	عا	فیض علی صاحب	ہر
شیخ عبد الصمد صاحب پٹیالوی	ہر	فیض علی صابر صاحب	ہر

تازہ الہام

۱۶ر فروری کی صبحکو سیر کے وقت فرمایا پرسوں یا ترسوں ایک الہام ہوا تھا وہ یہ ہے

اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کر آ۔

۱۸ر فروری کی صبحکو سیر میں فرمایا رات الہام ہوا

یوم الاثنین و فتح الحنین

فرمایا قرآن شریف میں حنین کے متعلق سورہ توبہ میں یہ آیات ہیں۔ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا و ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین۔ ثم انزل اللہ علیکم سکینتہ علی رسولہ و علی المؤمنین و انزل جنودا لم تروھا و عذب الذین کفروا و ذلک جزاء الکافرین

۱۹ فروری کو بوقت سیر فرمایا کل ۱۸ فروری کو یکایک مرض کا دورہ ہوگیا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوگئے۔ اسی حالت میں ایک الہام ہوا جس کا صرف ایک حصہ یاد رہا۔ چونکہ بہت تیزی کے ساتھ ہوا تھا جیسے بجلی کوندتی ہے اسلیے باقی حصہ محفوظ نہ رہا وہ یہ ہے و یبقیک اس کا ترجمہ بھی اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی بتایا اور وہ یہ ہے "تا بہ برتا فرید دہشت۔"

فاضل امروہی تعدد ازدواج

ناظرین کسی جگہ ہمارے واجب الاحترام فاضل امروہی کا تعدد ازدواج کے متعلق پڑھینگے۔ یہ مضمون اپنی نوعیت میں ایک عجیب اور علمی مضمون ہے حضرت فاضل نے پوری سعی اور کوشش کی ہے اور دکھایا ہے کہ اسلام کیسا معقول مذہب ہے ... فیصلہ فرماتے ہیں ... فاضل امروہی نے بہت ہی اچھا کیا ہے کہ آخر میں ... کے ساتھ ... اسکا بیان ... اُنہیں کی ہے۔

ابھی تک یہ مضمون ... دوسرے صاحب ... بزرگوں نے قلم اٹھایا تو ہم ...

جو آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور جو پہلا اور ابدی معجزہ تھا اسکو پیش کیا جاتا ہے تو اسکے مقابہ میں اقوال پیش کیے جاتے ہیں کیا یہ تعجب اور افسوس کی بات نہیں؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ خدا کے فضل سے سمجھدار اور فہیم معلوم ہوتے ہیں کیا حدیث کا وہ مرتبہ ہوسکتا ہے جو قرآن شریف کا ہے؟ اگر حدیث کا وہی مرتبہ ہے جو قرآن شریف کا ہے تو پھر نعوذ باللہ ماننا پڑے گا کہ آپ نے اپنا فرض ادا نہ کیا کیونکہ قرآن شریف کا اہتمام تو آپ نے کیا مگر حدیث کا کوئی اہتمام نہ ہوا اور نہ آپ نے اپنے سامنے کبھی حدیث کو لکھوایا۔ کیا کوئی مسلمان یہ ماننے کے لیے طیار ہوسکتا ہے جو کہے کہ ہاں آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرض رسالۃ ادا نہ کیا؟ یہ مسلمان کا کام تو ہو نہیں سکتا بلکہ بڑے بیدین اور ملحد کا کام ہوگا۔ پھر سوچکر دیکھو کہ کیا حدیث کو آپ نے اپنے سامنے مرتب کرایا یا قرآن شریف کو؟ صاف ظاہر ہے کہ قرآن شریف ہی کو آپ نے اپنے بعد چھوڑا کیونکہ علیم قرآن ہی تھا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ آپ نے اپنی **سُنّۃ** کو بھی قرآن کے ساتھ رکھا اور اصل یہی ہے کہ **نبی** دو ہی باتیں لیکر آتے ہیں **کتاب** اور **سنۃ**۔ حدیث ان دونوں سے الگ شے ہے اور یہ دونوں حدیث کی محتاج نہیں ہیں۔ ہاں یہ ہم مانتے ہیں کہ ادنیٰ درجہ کی

حدیث پر بھی عمل کرلینا چاہیے خواہ وہ محدثین کے نزدیک موضوع ہی ہو اگر قرآن اور سُنّۃ کے خلاف نہ ہو۔

ہم جہانتک حدیث کی عزۃ کرتے ہیں لیکن اسکو قرآن کا قاضی اور حکم نہیں بنا سکتے۔ آپ نے یہی فرمایا کہ میں تم میں حدیث چھوڑتا ہوں بلکہ فرمایا کہ کتاب چھوڑتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا **حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ** انھوں نے یہ نہیں کہا کہ حدیث کافی ہے؟

اب **کتاب** اللہ کو کھولکر دیکھلو وہ فیصلہ کرتی ہے پہلی ہی سورۃ کو پڑھو۔ جو سورہ **فاتحہ** ہے جسکے بغیر نماز بھی نہیں ہوسکتی دیکھو اسمیں کیا تعلیم دی ہے **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔**

اب صاف ظاہر ہے کہ اسمیں **مغضوب** اور **ضالین** کی راہ سے بچنے کی دعا ہے۔ مغضوب سے بالاتفاق **یہود** کی مراد ہیں۔ اور ضالین سے **عیسائی**۔ اگر اس اُمۃ میں یہ فتنہ اور فساد پیدا نہ ہونے والا تھا تو پھر اس دعا کی تعلیم کی کیا غرض تھی؟ سب سے بڑا فتنہ تو **الدّجّال** کا تھا مگر یہ نہیں کہا **ولا الدّجّال** کیا خدا تعالیٰ کو اس فتنہ کی خبر نہ تھی؟ اصل یہ ہے کہ یہ دعا بڑی **پیشگوئی** اپنے اندر رکھتی ہے ایکوقت اُمۃ پر ایسا آنے والا تھا کہ یہودیت کا رنگ انمیں آجاوے گا اور یہودی وہ قوم تھی جس نے حضرۃ مسیح کا انکار کیا تھا۔ پس یہاں جو فرمایا کہ یہودیوں سے بچنے کی دعا کرو۔ اسکا یہی مطلب ہے کہ تم بھی یہودی نہ بنجانا یعنی مسیح موعود کا انکار نہ کر بیٹھنا۔

اور **ضالین** یعنی نصاریٰ کی راہ سے بچنے کی دعا جو تعلیم کی تو اس سے معلوم ہوا کہ اُسوقت صلیبی فتنہ خطرناک ہوگا۔ اور یہی سب فتنوں کی جڑ اور ماں ہوگا دجّال کا فتنہ اس سے الگ ہوگا۔ ورنہ اگر الگ ہوتا تو ضرور تھا کہ اُسکا بھی نام لیا جاتا۔

اب سارے گرجوں میں جاکر دیکھو کہ کیا یہ فتنہ خطرناک ہے یا نہیں؟ اسیطرح قرآن شریف کو غور سے پڑھو اور سوچو کہ کیا اس نے یہ وعدہ نہیں کیا **انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون** اور پھر آیت استخلاف میں ایک خاتم الخلفا کا وعدہ دیا گیا۔ ان سب امور کو یکجائی نظر سے اسطرح دیکھو۔

اول آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم نے توریت کی پیشگوئی کے موافق مثیل موسیٰ تسلیم کیا ہے۔ اس مماثلت کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ جیطرح پر موسوی خلفا کا سلسلہ قائم ہوا آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک سلسلہ خلافت قائم ہو۔ اگر اور کوئی بھی دلیل اس کیلیے نہ ہوتب بھی یہ مماثلت بالطبع چاہتی ہے کہ ایک سلسلہ خلفا کا ہو۔

دوم۔ آیۃ استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر ایک سلسلہ خلافت قائم کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس سلسلہ کو پہلے سلسلہ خلافت کے ہمرنگ قرار دیا جیسا فرمایا **کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ**۔ اب اس وعدہ استخلاف کیوافق اور اسکی مماثلت کے لحاظ سے ضروری تھا کہ جیسے موسوی سلسلہ خلافت کا خاتم الخلفا مسیح تھا ضرور ہے کہ سلسلہ محمدیہ کے خلفا کا خاتم بھی ایک مسیح ہی ہو۔

سوم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کہ **اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ** تم میں سے تمھارا امام ہوگا۔ جیساکہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد تجدید دین کے لیے بھیجا جاتا ہے اب اس صدی کا مجدد ہونا ضروری تھا۔ اور مجدد کا جو کام ہوتا ہے وہ اصلاح مفاسدات موجودہ ہوتا ہے اور بیرونی جو فساد اور فتنہ اسوقت سب سے بڑھ کر ہے وہ عیسائی فتنہ ہے اسلیے ضروری ہے کہ اس صدی کا جو مجدد ہو وہ **کاسر الصلیب** ہو جسکا دوسرا نام **مسیح موعود** ہے۔

پنجم۔ موسوی خلافت کی مماثلت کے لحاظ سے بھی خاتم الخلفا سلسلہ محمدیہ کا چودھویں ہی صدی میں ہونا ضروری ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں مسیح علیہ السلام آئے تھے۔

ششم۔ جو علامات مسیح موعود کی مقرر تھیں انمیں سے بہت سی پوری ہوچکی ہیں۔ جیسے کسوف خسوف کا رمضان میں ہونا۔ جو دو مرتبہ ہوگیا۔ حج کا بند ہونا۔ ذو السنین ستارہ کا نکلنا۔ طاعون کا پھوٹنا۔ ریلوں کا اجرا اور اونٹوں کا بیکار ہونا وغیرہ۔

ہفتم۔ سورہ فاتحہ کی دعا سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنے والا اس اُمۃ میں سے ہوگا۔

غرض ایک دو نہیں صدہا دلائل اس امر پر ہیں کہ آنیوالا اسی اُمۃ میں سے آنا چاہیے اور اُسکا یہی وقت ہے اب خدا تعالیٰ کے الہام اور وحی سے میں کہتا ہوں کہ

وہ جو آنیوالا تھا وہ میں ہوں۔

قدیم سے خدا تعالیٰ نے منہاج نبوۃ پر جو طریق ثبوت کا رکھا ہوا ہے وہ مجھسے جسکا جی چاہے لے لے۔

جو نشانات میری تائید میں ظاہر ہوئے ہیں انکو دیکھلو۔ مجھے افسوس ہوتا ہے جب میں ان مخالفین کی حالت پر نظر کرتا ہوں کہ جن امور کو بطور نشان پیش کیا کرتے تھے اب وہ جب پورے ہوگئے تو انکی صحۃ پر اعتراض کرنے لگے مثلاً کسوف خسوف والی پیشگوئی کو اب کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں ہے مگر کوئی ان سے پوچھے کہ جسکو خدا تعالیٰ نے صحیح ثابت کردیا کیا اب وہ انکے کہنے سے ضعیف ہوجائے گی؟ افسوس تو یہ ہے کہ ایسا کہتے ہوے انکو شرم نہیں آتی کہ اس سے ہم مسیح موعود کی تکذیب نہیں کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کررہے ہیں میری تصدیق اور تائید کیلیے ایک کسوف خسوف ہی نہیں ہزارہا دلائل اور شواہد ہیں اور اگر ایک نہ بھی ہو تو کچھ بگڑتا نہیں مگر اس سے یہ تو پایا جائے گا کہ یہ پیشگوئی غلط ہوگئی۔ افسوس یہ لوگ میری مخالفت میں سید الصادقین کی پیشگوئی کو باطل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اس پیشگوئی کو بڑے زور سے پیش کرتے ہیں اور یہ ہماری

اور آقا کی صداقت کا نشان ہے

یہی حدیث جسکو تم ظن کی بنا پر سے تکتے تھے خدا نے اسکی صداقت کو یقین تک پہونچا دیا اب اس سے انکار کرنا بے ایمانی اور شقاوت ہے۔

موضوع احادیث میں کیا محدث یہ کہدیتے ہیں کہ ہم چور پکڑ لیا ہے؟ نہیں بلکہ یہی کہیں گے کہ کسی کا

حافظ درست نہیں یا راست باز ہونے میں کلام ہے۔ مگر محدثین نے یہ اصول تسلیم کر لیا ہے کہ ایک حدیث اگر ضعیف بھی ہو مگر اسکی پیشگوئی پوری ہو جاوے تو وہ صحیح ہوتی ہے پھر اس معیار پر کیونکر کوئی یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔

پس یاد رکھو کہ آنیوالا با لنصوص مریحہ سے پرکھا جاتا ہے وہ اسکی تائید کرتی ہیں اور پھر عقل چونکہ بدوں نظیر نہیں مان سکتی عقلی نظائر اسکے ساتھ ہوتے ہیں اور سب سے بڑھ کر خدا کی تائیدیں اسکے ساتھ ہوتی ہیں۔ اگر کسیکو کوئی شک و شبہ ہو تو وہ میرے سامنے آئے اور ان طریقوں سے جو منہاج نبوۃ پر ہیں میری سچائی کا ثبوت مجھ سے لے میں اگر جھوٹا ہوں گا تو بھاگ جاؤں گا مگر نہیں اللہ تعالیٰ نے انیس برس پہلے مجھے کہا **ینصرک اللہ فی مواطن**۔ پس جس طرح نبیوں یا رسولوں کو پرکھا گیا ہے مجھے پرکھلو۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس معیار پر مجھے صادق پاؤ گے

یہ باتیں میں نے مختصر طور پر کہی ہیں۔ اپر غور کرو اور خدا سے دعا مانگو کہ وہ قادر ہے کہ کوئی راہ کھول دیگا۔ اسکی تائید اور نصرت صادق ہی کو ملتی ہے فقط

ایک نووارد اور حضرۃ اقدس علیہ السلام

۲۰ فروری ۱۹۰۳ء کی ایک اکبر صاحب لکھنؤ سے تشریف لائے بقول انکے وہ بغدادی الاصل ہیں اور اب عرصہ سے لکھنؤ میں مقیم ہیں انکے چند احباب نے انکو حضرۃ اقدس علیہ السلام کی خدمت میں بغرض دریافت حال بھیجا تھا چنانچہ وہ بعد مغرب حضرت اقدس کے حضور حاضر ہوئے اور شرف ملاقات حاصل کیا جو کچھ گفتگو آپ سے ہوئی ہم اسکو ذیل میں درج کرتے ہیں

(ایڈیٹر)

حضرۃ اقدس۔ آپ کہاں سے آتے ہیں

نووارد۔ میں اصل رہنے والا بغداد کا ہوں مگر اب عرصہ سے لکھنؤ میں رہتا ہوں اور وہاں ہی میں نے کچھ تعلقات پیدا کر لیے ہیں۔ وہاں کے چند آدمیوں نے مجھے مستعد کیا کہ قادیان جا کر کچھ حالات دیکھ آئیں۔

حضرۃ اقدس۔ مرتسر میں آپ کتنے روز ٹھیرے۔

نووارد۔ پانچ چھ روز۔

حضرت اقدس۔ کیا کام تھا۔

نووارد۔ بعض یہاں کے حالات کا معلوم کرنا اور بات وغیرہ کی واقفیت حاصل کرنا۔

حضرۃ اقدس۔ کیا آپ کچھ عرصہ یہاں ٹھیریں گے۔

نووارد۔ کل جاؤں گا۔

حضرۃ اقدس۔ آپ دریافت حالات کے لیے آئے اور کل جائیں گے اس سے کیا فائدہ ہوا۔ صرف آپکو تکلیف ہوئی۔ دین کے کام میں آہستگی سے دریافت کرنا چاہیے۔ تاکہ وقتاً فوقتاً بہت سے معلومات ہو جائیں جب وہاں آپ کے دوستوں نے آپکو منتخب کیا تھا تو آپکو یہاں فیصلہ کرنا چاہیے جب آپ ایک ہی رات کے بعد چلے جائیں گے تو آپ کیا رائے قائم کر سکیں گے اب ہم نماز پڑھکر چلے جائیں گے آپکو کوئی موقع ہی نہ ملا۔

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے **کونوا مع الصادقین** کہ صادقوں کے ساتھ رہو یہ معیت چاہتی ہے کہ کسی وقت تک صحبت میں رہے کیونکہ جبتک ایک حد تک صحبت میں نہ رہے وہ اسرار اور حقائق کھل نہیں سکتے وہ اجنبی کا اجنبی رہے گا اور بیگانہ ہی رہتا ہے۔ اور کوئی رائے قائم کرنیکے قابل نہیں ہو سکتا

نووارد۔ میں جو پوچھونگا آپ اسکا آپ جواب دیں اس سے ایک رائے قائم ہو سکتی ہے۔ جن لوگوں نے مجھے بھیجا ہے انھوں نے تقیہ تو کیا نہیں کہ جا کر کیا دیکھوں۔ آپ چونکہ ہمارے مذہب میں ہیں اور آپ نے ایک دعوی کیا ہے اس کا دریافت کرنا ہمپر فرض ہے

حضرت اقدس۔ بات یہ ہے کہ مذاق مختلف صحبت نیک میں فرق ڈالتا ہے۔ اور مامور کے لیے تو یہ سنت چلی آئی ہے کہ لوگ انپر ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں مگر حسرۃ ہنسی کرنیوالوں ہی پر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا ہے **یحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن**۔ نادان انسان نہیں جانتا کہ اصل حقیقۃ کیا ہے؟ وہ ہنسی اور مذاق میں ایک بات کو اڑانا چاہتا ہے مگر تقوی ہے جو اسے راہ حق کیطرف رہنمائی کرتا ہے۔

میرا **دعوی** ایسا دعوی نہیں رہا جو اب کسی سے مخفی ہو اگر تقوی ہو تو اس کے سمجھنے میں بھی اب مشکلات باقی نہیں رہی اس وقت **صلیبی غلبہ** حد سے بڑھا ہوا ہے اور اسلام کا ہر امر میں انحطاط ہو رہا ہے ایسی حالت میں تقوی کا یہ تقاضا ہے اور وہ یہ سبق دیتا ہے کہ تکذیب میں مستعجل نہ ہو۔ حضرۃ عیسی علیہ السلام کے وقت یہود نے جلدی کی اور غلطی کھائی۔ اور انکار کر بیٹھے نتیجہ یہی ہوا کہ خدا کی لعنۃ اور اسکے غضب کے نیچے آئے۔ ایسا ہی آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت عیسائی اور یہودیوں نے غلطیاں کھائیں اور انکار کر دیا۔ اور اس نعمت سے محروم رہے جو آپ لیکر آئے تھے

تقوی کا یہ لازمہ ہونا چاہیے کہ ترازو کیطرح حق و انصاف کے دونوں پلے برابر رکھے۔ پھر اب جبکہ یہ زمانہ آیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے یہ سلسلہ قائم کیا تو اسیطرح جاہلیت کا شور اٹھا جیسے شروع سے ہوتا آیا ہے۔ یہی مولوی جو اب منکر ہیں اور کفر کے فتوی دیتے ہیں میرے مبعوث ہونے سے پہلے یہ لوگ ممبر پر چڑھکر بیان کیا کرتے تھے کہ تیرھویں صدی بہت خراب ہے جس سے بھیڑیوں نے بھی پناہ مانگی ہے اور اب چودھویں صدی آئی ہے جسمیں مسیح اور مہدی آئے گا اور ہمارے دکھوں کا علاج ہو گا یہانتک کہ اکثر اکابر ان امت نے آنیوالے کو **سلام** کی وصیت کی۔ اور سب نے یہ تسلیم کیا کہ جسقدر کشوف اہل اللہ کے ہیں وہ چودھویں صدی سے آگے نہیں جاتے ہیں۔ مگر جب وہ وقت آیا اور آنیوالا آ گیا تو وہی زبانیں انکار اور سب و شتم کے لیے تیز ہو گئیں تقوی کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر وہ تسلیم کرنے میں سب سے اول نہ ہوتے تو انکار کے لیے بھی تو جلدی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ کم از کم تصدیق اور تکذیب کے دونوں پہلو برابر رکھتے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ بدوں نصوص قرآنیہ و حدیثیہ اور دلائل قویہ عقلیہ یا تائیدات سماویہ کے مانتے۔ مگر ہم یہ افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ مسلمان جنکو قرآن شریف میں سورہ فاتحہ کے بعد ہی **ھدی للمتقین** سکھایا گیا تھا۔ اور جنکو یہ تعلیم دی گئی تھی **ان اولیاؤہ الا المتقون**۔ اور جنکو بتایا گیا تھا **انما یتقبل اللہ من المتقین** انکو کیا ہو گیا کہ انھوں نے اس معاملہ میں اسقدر جلدبازی سے کام لیا۔ اور تکفیر اور تکذیب کے لیے دلیر ہو گئے۔ انکا فرض تھا کہ وہ میرے دعاوی اور دلائل کو سنتے اور پھر خدا سے ڈر کر اپر غور کرتے۔ کیا انکی جلدبازی سے پتہ لگ سکتا ہے کہ انھوں نے تقوی سے کام لیا ہے۔ جلدبازی اور تقوی کبھی دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی کہا **فاصبر کما صبر اولوا العزم** پھر علم لوگوں کو کسقدر ضرورت ہے کہ وہ تقوی سے کام لیں اور غلطی نہ کریں۔

باوجودیکہ علما کی اگر میرے دعوی سے پہلے کی کتابیں دیکھی جاتی ہیں تو انسے کسقدر انتظار اور شوق کا پتہ لگتا ہے گویا وہ تیرھویں صدی کے علامات سے مضطرب اور بیقرار ہو رہے ہیں مگر جب وقت آیا

تو اولی الکافرین ٹھہرتے ہیں۔
وہ جانتے تھے کہ ہمیشہ کہتے آتے تھے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد اصلاح فساد کے لیے آتا ہے اور ایک روحانی طبیب مفاسد موجودہ کی اصلاح کے لیے بھیجا جاتا ہے اب چاہیے تو یہ تھا کہ صدی کا سر پاکر وہ انتظار کرتے۔
ضرورۃ کے لحاظ سے انکو مناسب تھا کہ ایسے مجدد کا انتظار کرتے جو کسر صلیب کے لیے آتا۔ کیونکہ اسوقت سب سے بڑا فتنہ یہی ہے۔ ایک عام آدمی سے بھی اگر سوال کیا جاوے کہ اسوقت بڑا فتنہ کونسا ہے؟ تو وہ یہی جواب دیگا کہ پادریوں کا۔ ۲۰ لاکھ کے قریب تو اسی ملک سے مرتد ہو گیا اسلام وہ مذہب تھا کہ اگر ایک بھی مرتد ہوتا تو قیامت آجاتی اسلام کیا اور ارتداد کیا؟ ایک طرف یہ لوگ مرتد ہو گئے دوسری طرف اسلام کے خلاف جو کتابیں لکھی گئی ہیں انکو جمع کریں تو کئی پہاڑ بنتے ہیں بعض پرچے ایسے ہوتے ہیں کہ کئی کئی لاکھ شائع ہوتے ہیں اور ان میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ بتاؤ ایسی حالت اور صورت میں اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کا وعدہ کہاں گیا؟ اس نے وہ گالیاں سید المعصومین کی نسبت سنیں جن سے دنیا میں لرزہ پڑ گیا مگر اسے غیرت نہ آئی اور کوئی آسمانی سلسلہ اس نے قائم نہ کیا؟ کیا ایسا ہو سکتا تھا۔ جب چنداں بگاڑ نہ تھا تو مجدد آتے رہے اور جب بگاڑ حد سے بڑھ گیا تو کوئی نہ آیا۔
سوچو تو سہی! کیا عقل قبول کرتی ہے کہ جس اسلام کے لیے یہ وعدے اور غیرت خدا نے دکھائے جس کے نمونے صدر اسلام میں موجود ہیں تو اب ایسا ہو کہ نعوذ باللہ مر گیا اب اگر آریہ یا دوسرے مذاہب کے لوگ پوچھیں کہ کیا نشان ہے اسکی سچائی کا تو بتاؤ قصہ کے سوا کیا جواب ہو جیسے ہندو کوئی پشتک پیش کر دیتے ہیں ویسے ہی چند ورق لیکر آگے ڈال دیتے ہیں؟ بڑی بات یہ کہ معجزات کے لیے چند حدیثیں پیش کر دیں مگر کوئی کب مان سکتا ہے کہ ڈیڑھ سو برس بعد کے لکھے ہوئے واقعات صحیح ہیں۔ مخالف پر حجت کیونکر ہو؟ وہ تو زندہ خدا اور زندہ معجزہ کو مانے گا۔
اسوقت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اور مذاہب کے علاوہ اسلام کو بھی مردہ مذہب بتایا جاتا ہے حالانکہ نہ وہ کبھی مردہ ہو گا۔ خدا تعالیٰ نے اسکی زندگی کے ثبوت میں آسمان سے نشان دکھا کر کسوف خسوف بھی ہوا۔ طاعون بھی آئی حج بھی بند ہوا۔ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ کے موافق ریلیں بھی جاری ہو گئیں غرض وہ نشان جو اس زمانہ کے لیے رکھے تھے پورے ہو گئے مگر یہ کہتے ہیں ابھی وہ وقت نہیں آیا۔
اسوا اس کے وہ نشان ظاہر کیے جنکے گواہ نہ صرف ہماری جماعت کے لوگ ہیں بلکہ ہندو اور عیسائی بھی گواہ ہیں۔ اور اگر وہ دیانت کو نہ چھوڑیں تو انکو بھی گواہی دینی پڑے گی میں نے بارہا کہا ہے کہ صادق کی شناخت کے تین بڑے معیار ہیں اول نصوص کو دیکھو۔ پھر عقل کو دیکھو کہ کیا حالت موجودہ کے موافق کسی صادق کو آنا چاہیے یا نہیں تیسرا کیا اسکی تائید میں کوئی معجزات اور خوارق بھی ہیں مثلاً پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے دیکھتے ہیں کہ توریت انجیل میں بشارات موجود ہیں یہ تو نصوص کی شہادت ہے اور عقل اسواسطے مؤید ہے کہ اسوقت بحر و بر میں فساد تھا گویا نبوۃ کا ثبوت ایک نقلی تھا دوسری ضرورت تیسری وہ معجزات جو آپ سے صادر ہوئے۔
اب اگر کوئی سچے دل سے طالب حق ہو تو اسکو یہی باتیں یہاں دیکھنی چاہییں اور ان کے موافق ثبوت لے۔ اگر نہ پائے تو تکذیب کا حق اسے حاصل ہے اور اگر ثابت ہو جائیں اور وہ پھر بھی تکذیب کرے تو میری نہیں کل انبیا کی تکذیب کریگا

نو وارد۔ اگر ان ضروریات موجودہ کی بنا پر کوئی اور دعویٰ کرے کہ میں عیسیٰ ہوں تو کیا فرق ہو گا۔
حضرت اقدس۔ یہ فرضی بات ہے ایسے شخص کا نام لیں۔ اگر یہی بات ہے کہ ایک کاذب بھی کہہ سکتا ہے تو پھر آپ اس اعتراض کا جواب دیں کہ اگر مسیلمہ کذاب کہتا کہ توریت اور انجیل کی بشارت کا مصداق میں ہوں تو آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے لیے کیا جواب دیں گے؟
نو وارد۔ میں نہیں سمجھا۔
حضرت اقدس۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر آپکا یہ اعتراض صحیح ہو سکتا ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی تو بعض جھوٹے نبی موجود تھے جیسے مسیلمہ کذاب اسود عنسی۔ اگر وہ یہ کہتے کہ انجیل اور توریت میں جو بشارات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موجود ہیں انکے موافق یہ کہتے کہ یہ بشارات میرے حق میں ہیں تو کیا جواب ہو سکتا تھا؟
نو وارد۔ میں اسکو تسلیم کرتا ہوں۔
حضرت اقدس۔ یہ سوال اسوقت ہو سکتا تھا جب ایک ہی جزو پیش کرتا۔ مگر میں تو کہتا ہوں کہ میری تصدیق میں دلائل کا ایک مجموعہ میرے ساتھ ہے نصوص قرآنیہ حدیثیہ میری تصدیق کرتے ہیں ضرورۃ موجودہ میرے وجود کی داعی اور وہ نشان جو میرے ہاتھ پر پورے ہوئے ہیں وہ الگ میرے مصدق ہیں ہر ایک نبی ان امور ثلاثہ کو پیش کرتا رہا ہے اور میں بھی یہی پیش کرتا ہوں پھر کسکو انکار کی گنجایش ہے اگر کوئی کہتا ہے کہ یہ میرے لیے ہے تو اسے میرے مقابلہ میں پیش کرو۔
ان فقرات کو حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے ایسے جوش سے بیان کیا کہ وہ الفاظ میں ادا ہی نہیں ہو سکتا نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں نو وارد صاحب بالکل خاموش ہو گئے اور پھر چند منٹ کے بعد انھوں نے اپنا سلسلہ کلام یوں شروع کیا۔
نو وارد۔ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے جو آیا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے کیا یہ صحیح ہے؟
حضرت اقدس۔ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے جو آیا ہے کہ وہ مثیل موسیٰ تھے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ نے عصا کا سانپ بنایا ہو۔ کافر یہی اعتراض کرتے رہے **فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ**۔ معجزہ ہمیشہ حالت موجودہ کے موافق ہوتا ہے۔ پہلے نشانات کافی نہیں ہو سکتے اور نہ ہر زمانہ میں ایک ہی قسم کے نشان کافی ہو سکتے ہیں
نو وارد۔ اسوقت آپکے پاس کیا معجزہ ہے۔
حضرت اقدس۔ ایک ہو تو میں بیان کروں ڈیڑھ سو کے قریب نشان میں نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں جنکے ایک لاکھ کے قریب گواہ ہیں اور ایک نوع سے وہ نشانات ایک لاکھ کے قریب ہیں۔
نو وارد۔ عربی میں آپکا دعویٰ ہے کہ مجھ سے زیادہ فصیح کوئی نہیں لکھ سکتا۔
حضرۃ اقدس۔ ہاں۔
نو وارد۔ بے ادبی معاف آپکی زبان سے قاف ادا نہیں ہو سکتا۔
حضرۃ اقدس۔ یہ بیہودہ باتیں ہیں میں لکھنؤ کا رہنے والا تو نہیں ہوں کہ میرا لہجہ لکھنوی ہو۔ میں تو پنجابی ہوں۔ حضرت موسیٰ پر بھی یہ اعتراض ہوا کہ لا یکاد یبین اور احادیث میں مہدی کی نسبت بھی آیا ہے کہ اسکی زبان میں لکنت ہو گی۔
اس مقام پر ہمارے ایک مخلص مکرم کو یہ اعتراض حسن ارادت کیوجہ اور غیرت عقیدہ کے سبب ہی ناگوار گذرا اور وہ

سو ادبی کو برداشت نہ کرسکے انھوں نے کہا کہ یہ حضرت اقدس ہی کا حوصلہ ہے اسپر نووارد صاحب کو بھی طیش سا آگیا اور انھوں نے بخیال خویش یہ سمجھا کہ انھوں نے غصہ سے کہا ہے اور کہا کہ میں اعتقاد نہیں رکھتا اور حضرت اقدس سے مخاطب ہو کر کہا کہ استہزاء اور گالیاں سننا انبیا کا ورثہ ہے

حضرت اقدس۔ ہم ناراض نہیں ہوتے یہاں تو خاکساری ہے۔

نووارد۔ میں تو لکن لیطمئن قلبی کی تفسیر چاہتا ہوں۔

حضرت اقدس۔ میں آپ سے یہی توقع رکھتا ہوں مگر اللہ جل شانہ نے اطمینان کا ایک ہی طریق نہیں رکھا موسیٰ علیہ السلام کو اور معجزات دیے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور معجزات دیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اور قسم کے نشان بخشے۔ میرے نزدیک وہ شخص کذاب ہے جو یہ دعوی کرے کہ میں خدا کیطرف سے آیا ہوں اور کوئی معجزہ اور تائیدات اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو۔ مگر یہ بھی میرا مذہب نہیں کہ معجزات ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ اور میں اس کا قائل نہیں کیونکہ قرآن شریف سے یہ امر ثابت ہے کہ ہر اقتراح کا جواب دیا جاتا ہے۔ مداری کی طرح یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیے گئے کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں سے کتاب لے آئیں یا یہ کہ تمہارا سونے کا گھر ہو یا یہ کہ مکہ میں نہر آجاوے مگر اُن کا جواب کیا ملا یہی هل كنت الا بشرا رسولا۔

انسان کو مؤدب بادب انبیا ہونا چاہیے خدا تعالے جو کچھ دکھاتا ہے انسان اسکی مثل نہیں لاسکتا۔ میری تائید میں ایک نوع سے کروڑ ہو اور ایک نوع سے ایک لاکھ نشانات ظاہر ہوئے ہیں۔

حضرت اقدس۔ اچھا کیا آپ نے دو تین روز کا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔

نووارد۔ کل کچھ عرض کرونگا

حضرت۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ جو دور دراز سے آئے ہیں کچھ واقفیت ضرور ہونی چاہیے کم از کم تین دن آپ رہ جائیں میں یہی نصیحت کرتا ہوں اور اگر اور نہیں تو آمدن بارادہ و رفتن باجازۃ ہی پر عمل کریں۔

نووارد۔ میں نے یہاں آکر اول دریافت کرلیا تھا کہ کوئی امر شرک کا نہیں، ایسے میں ٹھہر گیا کیونکہ شرک سے مجھے سخت نفرت ہے۔

حضرۃ اقدس نے پھر جماعۃ کو خطاب کرکے فرمایا کہ میرے اصول کے موافق اگر کوئی مہمان آوے اور سب وشتم تک بھی نوبت پہنچ جاوے تو اُسکو گوارا کرنا چاہیے کیونکہ وہ مریدوں میں تو داخل نہیں ہے ہمارا کیا حق ہے کہ اُس سے وہ ادب اور ارادت چاہیں جو مریدوں سے چاہتے ہیں یہ بھی ہم اُن کا احسان سمجھتے ہیں کہ نرمی سے باتیں کریں۔

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زیارت کرنے والے کا تیرے پر حق ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر مہمان کو ذرا سا بھی رنج ہو تو وہ معصیت میں داخل ہے اسلیے میں چاہتا ہوں کہ آپ ٹھیریں چونکہ کلمہ کا اشتراک ہے جبتک یہ نہ سمجھیں جو کہیں انکا حق ہے۔

۱۴ فروری ۱۹۰۳ء

(صبح کی سیر)

چونکہ نووارد صاحب کو پوری تبلیغ کرنا حضرت حجۃ اللہ علیہ کا منشا تھا لہذا سیر میں بھی انکو خطاب کرکے آپ نے سلسلہ تقریر شروع فرمایا (ایڈیٹر)

جب خدا کیطرف سے کوئی **مامور** آتا ہے تو دو گروہ خود بخود ہوجاتے ہیں ایک موافق دوسرا مخالف اور یہ بات بھی ہر ایک عقل سلیم رکھنے والا پاسکتا ہے کہ اسوقت ایک جذب اور ایک نفرت پیدا ہوجاتی ہے یعنی سعید الفطرۃ کھچے چلے آتے ہیں اور جو لوگ سعادۃ سے حصہ نہیں رکھتے اُنھیں نفرت بڑھنے لگتی ہے یہ ایک فطرتی بات ہے اسمیں کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا۔

طبیب اس امر کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس سے وہی شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو اول اپنے مرض کی شناخت کرے اور محسوس کرے کہ میں بیمار ہوں اور پھر شناخت کرے کہ طبیب کون ہے؟ جبتک یہ دو باتیں پیدا نہ ہوں وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ مرض دو قسم کے ہوتے ہیں ایک مرض مختلف ہوتا ہے جیسے قولنج کا درد یعنی جو محسوس ہوتا ہو اور ایک مستوی جیسے برص کے داغ کہ انکا کوئی درد اور تکلیف بظاہر محسوس نہیں ہوتی۔ انجام خطرناک ہوتا ہے مگر انسان ایسی صورتوں میں ایک قسم کا اطمینان پاتا ہے اور اسکی چنداں فکر نہیں کرتا۔ اسلیے ضروری ہے کہ انسان اول اپنے مرض کو شناخت کرے اور اسے محسوس کرے پھر طبیب کو شناخت کرے بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی معمولی حالت پر راضی ہوجاتے ہیں یہی حال اسوقت ہو رہا ہے اپنی حالت پر خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ خداداانی اور معرفت سے بالکل خالی ہورہے ہیں۔

خداداانی اور معرفت بہت مشکل ہے ہر چیز اپنے لوازمات کے ساتھ آتی ہے یہیں جہاں خداداانی آتی ہے ساتھ ہی ایک خاص معرفت اور تبدیلی بھی آجاتی ہے کبائر اور صغائر جو چیونٹیوں کیطرح ساتھ لگے ہوئے ہیں خدا کی معرفت کے ساتھ ہی وہ دور ہونے لگتے ہیں یہانتک کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ اب میں وہ نہیں بلکہ اور ہوگیا۔ خداداانی میں جب ترقی کرنے لگتا ہے تو گناہ سے بیزاری اور نفرت پیدا ہوجاتی ہے یہانتک کہ اطمینان کی حالت میں پہنچ جاتا ہے۔

نفس تین قسم کے ہوتے ہیں ایک نفس امارہ دوسرا لوامہ اور تیسرا مطمئنہ۔ پہلی حالت میں تو صرف یہ ہوتا ہے کچھ معلوم اور محسوس نہیں ہوتا کہ کدھر جا رہا ہے اور جدھر چاہتا ہے جاتا ہے اسکے بعد جب اللہ تعالیٰ کا فضل ہو تو معرفت کی ابتدائی حالت میں لوامہ کی حالت پیدا ہوجاتی ہے اور گناہ اور نیکی میں فرق کرنے لگتا ہے گناہ سے نفرت کرتا ہے مگر پوری قدرت اور طاقت عمل کی نہیں پاتا۔ نیکی اور شیطان سے ایک جنگ ہوتا رہتا ہے یہانتک کہ کبھی یہ غالب ہوتا اور کبھی مغلوب ہوتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ حالت آجاتی ہے کہ مطمئنہ کے رنگ میں آجاتا ہے اور پھر گناہوں سے نری نفرت ہی نہیں ہوتی بلکہ گناہ کی لڑائی میں یہ فتح پالیتا ہے اور ان سے بچتا ہے اور نیکیاں اُس سے بلاتکلف صادر ہونے لگتی ہیں پس اس اطمینان کی حالت پر پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے لوامگی کی حالت پیدا ہو۔ اور گناہ کی شناخت ہو۔ گناہ کی شناخت حقیقت میں بہت بڑی بات ہے جو اسکو شناخت نہیں کرتا اُسکا علاج نبیوں کے پاس نہیں ہے نیکی کا پہلا دروازہ اسی سے کھلتا ہے۔ اول اپنی کورانہ زندگی کو سمجھے اور پھر بری مجلس اور بری صحبت کو چھوڑ کر نیک مجلس کی قدر کرے اسکا یہی کام ہونا چاہیے کہ جیسا بتایا جاوے کہ اس کے مرض کا علاج ہوگا وہ اس طبیب کے پاس رہے اور جو کچھ وہ اُسکو بتا دے اُسپر عمل کرنے کے لیے ہمہ تن طیار ہو دیکھو بیمار جب کسی طبیب کے پاس جاتا ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ وہ طبیب کے ساتھ ایک مباحثہ شروع کردے۔ بیمار کا فرض یہی ہے کہ وہ اپنا مرض پیش کرے اور جو کچھ طبیب اُسکو بتلاوے اُسپر عمل کرے۔ اس سے وہ فائدہ اُٹھا سکتا ہے اگر اسکے علاج پر بحث شروع کردے تو فائدہ کسطرح ہوگا۔

انسان کا فرض ہے کہ اسمیں نیکی کی طلب صادق ہو اور وہ اپنے مقصد زندگی کو سمجھے۔ قرآن شریف میں انسان کی زندگی کا مقصد بتایا گیا ہے۔ ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون یعنی جن اور انسان کو اسلیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں جب انکی پیدایش کی علت غائی یہی ہے تو پھر چاہیے کہ اسکو مد نظر رکھکر کوشش کریں۔

چونکہ انسان کی پیدائش کی علت غائی یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرے اور عبادت کے واسطے اول معرفت کا ہونا ضروری ہے جب سچی معرفت ہو جاوے تب وہ اسکی خلاف مرضی کو ترک کرتا اور سچا مسلمان ہو جاتا ہے۔ جبتک سچا علم پیدا نہ ہو کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں ہوتا دیکھو جن چیزوں کے نقصان کو انسان یقینی سمجھتا ہے اُن سے بچتا ہے مثلاً سم الفار ہے جانتا ہے کہ یہ زہر ہے اسلیے اسکے استعمال کرنے کے لیے جرأت اور دلیری نہیں کرتا۔ کیونکہ جانتا ہے کہ اسکا کھانا موت کے منہ میں جانا ہے ایسا ہی کسی زہریلے سانپ کے بل میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ یا طاعون والے گھر میں نہیں ٹھیرتا اگرچہ جانتا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے منشاء سے ہوتا ہے تاہم وہ ویسے مقامات میں جانے سے ڈرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر گناہ سے کیوں نہیں ڈرتا۔

انسان کے اندر بہت سے گناہ ایسی قسم کے ہیں کہ وہ معرفت کی خوردبین کے سوا نظر ہی نہیں آتے۔ جوں جوں معرفت بڑھتی ہے انسان گناہوں سے واقف ہوتا جاتا ہے۔ بعض صغائر ایسی قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ اُنکو نہیں دیکھتا۔ لیکن معرفت کی خوردبین اُن گناہوں کو دکھا دیتی ہے۔

غرض اول گناہ کا علم عطا ہوتا ہے پھر وہ خدا جس نے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ کہا ہے اسکو عرفان بخشتا ہے تب وہ سینہ خدا کے خوف میں ترقی کرتا اور اس پاکیزگی کو پالیتا ہے جو اسکی پیدائش کا مقصد ہے۔ اس سلسلہ سے خدا تعالیٰ نے یہی چاہا ہے اور ہم نے بھی ظاہر کیا ہے کہ تقویٰ کم ہو گیا ہے بعض تو کھلے طور پر بے حیائیوں میں گرفتار ہیں اور فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو ایک قسم کی ناپاکی کی ملونی اپنے اعمال کے ساتھ رکھتے ہیں۔ مگر انہیں نہیں معلوم کہ اگر اچھے کھانے میں تھوڑا سا زہر پڑ جاوے تو وہ سارا زہریلا ہو جاتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جو چھوٹے چھوٹے ریاکاری وغیرہ جن کی شاخیں باریک ہیں انہیں مبتلا ہو جاتے ہیں اب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ دنیا کو تقویٰ اور طہارۃ کی زندگی کا نمونہ دکھلاوے اسی غرض کے لیے اُس نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے وہ تطہیر چاہتا ہے اور ایک پاک جماعت بنانا اُسکا منشاء ہے۔

ایک پہلو تو میری بعثت اور ماموریت کا یہ ہے دوسرا پہلو کسر صلیب کا ہے کسر صلیب کے لیے جس قدر جوش خدا نے مجھے دیا ہے اسکا کسی دوسرے کو علم نہیں ہو سکتا۔ صلیبی مذہب نے جو کچھ نقصان عورتوں اور مردوں کو پہنچایا ہے اُسکا اندازہ مشکل ہے ہر پہلو سے اسلام کو کمزور کرنا چاہتے ہیں کوئی ڈاکٹر ہے تو وہ طبابت کے رنگ میں یا صدقات و خیرات کے رنگ میں عہدہ دار ہوتے ہیں ولیم میور کیطرح اپنے رنگ میں

غرض صدہا شاخیں ہیں جو اسلام کے استیصال کے لیے اُنہوں نے اختیار کر رکھی ہیں یہ دل سے چاہتے ہیں کہ ایک فرد بھی اسلام کا نام لینے والا باقی نہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والا کوئی نہ ہو۔ ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں جنہیں اُنکے جوش کو بیان کر سکیں۔

ایسی حالت میں خدا تعالیٰ نے مجھے وہ جوش کسر صلیب کے لیے دیا ہے کہ دنیا میں اسوقت کسی اور کو نہیں دیا گیا۔ پھر کیا یہ جوش بدوں خدا کیطرف سے مامور ہو کر آنے کے پیدا ہو سکتا ہے؟

جسقدر توہین اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے پاک رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی کی گئی ہے کیا ضرور نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جو غیور ہے آسمان سے مدد کرتا۔ غرض ایک طرف تو یہ صلیبی فتنہ انتہا کو پہونچا ہوا ہے اور دوسری طرف صدی ختم ہو گئی تیسری طرف اسلام کا بیرونی طور پر ضعیف ہونا۔ کسی طرف نظر اُٹھا کر دیکھو طبیعت کو بشاشت نہیں ہوتی ایسی صورت میں ہم جانتے ہیں کہ پھر خدا کا جلال ظاہر ہو۔ مجھے محض ہمدردی سے کلام کرنا پڑتا ہے ورنہ میں جانتا ہوں کہ غائبانہ میری کیسی ہنسی کی جاتی ہے اور کیا کیا افترا ہوتے ہیں مگر جو جوش خدا نے مجھے ہمدردی مخلوق کا دیا ہے وہ مجھے ان باتوں کی کچھ بھی پروا نہیں کرنے دیتا۔

میں تو خدا کو خوش کرنا چاہتا ہوں نہ لوگوں کو اسلیے میں انکی گالیوں اور ٹھٹھوں کی کچھ پروا نہیں کرتا میں دیکھتا ہوں کہ میرا مولیٰ میرے ساتھ ہے ایکوقت تھا کہ ان راہوں میں میں اکیلا پھرا کرتا تھا اُسوقت خدا نے مجھے بشارت دی کہ تو اکیلا نہ رہیگا بلکہ تیرے ساتھ فوج در فوج لوگ ہونگے اور یہ بھی کہا کہ تو ان باتوں کو لکھ لے اور شائع کر دے کہ آج تیری یہ حالت ہے پھر نہ رہیگی میں سب مقابلہ کرنے والوں کو پست کر کے ایک جماعت کو تیرے ساتھ کر دونگا۔ وہ کتاب موجود ہے۔ مکہ معظمہ میں بھی اسکا ایک نسخہ بھیجا گیا تھا۔ بخارا میں بھی اور گورنمنٹ میں بھی ایسی جو پیشگوئیاں ۲۲ سال پیشتر چھپکر شائع ہوئی ہیں وہ آج پوری ہو رہی ہیں کون ہے جو انکا انکار کرے۔ ہندو مسلمان اور عیسائی سب گواہی دینگے کہ یہ اُسوقت بتایا گیا تھا جبکہ میں احد من الناس تھا۔ اس نے مجھ کو بتایا کہ ایک زمانہ آئیگا کہ تیری مخالفت ہوگی مگر میں تجھے بڑھاؤنگا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ اب ایک آدمی سے پونے دو لاکھ تک تو نوبت پہونچ گئی دوسرے وعدے بھی ضرور پورے ہونگے۔

پھر آریوں کے مقابل میں ایک نشان مجھ کو دیا گیا جو لیکھرام کے متعلق تھا وہ اسلام کا دشمن تھا اور گندی گالیاں دیا کرتا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا تھا۔ یہاں قادیان آیا اور مجھ سے نشان مانگا۔ میں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو خبر دی چنانچہ میں نے اسکو شائع کر دیا اور یہ کوئی مخفی بات نہیں کل ہندوستان اسکو جانتا ہے کہ جسطرح قبل از وقت اسکی موت کا نقشہ کھینچکر دکھایا گیا تھا اُسی طرح وہ پورا ہو گیا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے نشانات ہیں جو ہم نے اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں اور اب بھی ہم ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارا خدا تھکنے والا خدا نہیں وہ تکذیب کرنے والوں کے لیے ہر وقت طیار ہے میں نے پنجاب کے مولویوں اور پادریوں کو دعوت بھیجی ہے کہ وہ میرے مقابل میں آ کر ان **نشانات** کو جو ہم پیش کرتے ہیں فیصلہ کر لیں اگر انکو نہ مانیں تو میں دعا کر سکتا ہوں اور اپنے خدا پر یقین رکھتا ہوں کہ وہ نشان ظاہر کرے گا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ صدق نیت سے اسطرف نہیں آتے بلکہ ٹھٹھہ بازی کیا کرتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کسی کی عادت کے نیچے نہیں ہے۔

میں بار بار یہی کہتا ہوں کہ پہلے ان خوارق کو جو پیش کرتا ہوں دیکھ لو۔ اور منہاج نبوۃ پر سوچو اگر پھر بھی تکذیب کے لیے جرأت کروگے تو خدا کی غیرت کے لیے زیادہ جنبش ہوگی اور وہ قادر ہے کہ کوئی امر انسانی طاقت سے بالاتر ظاہر کرے۔ لیکھرام کی نسبت جب پیشگوئی کی گئی تھی تو اُسنے بھی میرے لیے ایک پیشگوئی کی تھی اور یہ شائع کر دیا تھا کہ تین سال کے اندر ہیضہ سے ہلاک ہو جاویگا۔ مگر اب دیکھو کہ اُسکی ہڈیوں کا بھی کہیں نشان پایا جاتا ہے مگر میں خدا کے فضل سے اسی طرح زندہ ہوں۔

یہ امور ہیں اگر حق پسند تانی اور توقف سے ہی ان پر غور کرے تو فائدہ اُٹھا سکتا ہے مگر جو بحث کرنیوالے جلد باز کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

منجملہ میرے نشانوں کے طاعون کا بھی ایک نشان ہے اُسوقت میں نے خبر دی تھی جبکہ ابھی کوئی نام و نشان بھی اسکا پایا نہ جاتا تھا اور یہ بھی الہام ہوا تھا کہ **یا مسیح الخلق عدوانا** اب دیکھلو کہ یہ وبا خطرناک طور پر پھیلی ہوئی ہے اور گاؤں کے گاؤں اسطرف رجوع کر رہے ہیں اور توبہ کرتے جاتے ہیں کیا یہ باتیں انسانی طاقت کے اندر ہیں؟ یہی امور ہیں جو خارق عادۃ کہلاتے ہیں۔

نو وارد ۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہر صدی پر مجدد ہونا چاہیے۔

حضرت اقدس ۔ ہاں یہ تو ضروری ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آتے بعض لوگ اس بات کو سنکر پھر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جبکہ ہر صدی پر مجدد آتا ہے تو پھر تیرہ صدیوں کے مجددوں کے نام بتاؤ۔ میں اسکے پہلا جواب یہ دیتا ہوں کہ ان مجددوں کے نام بتانا میرا کام نہیں یہ سوال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

سے کرو بعضوں نے فرمایا ہے کہ ہر صدی پر مجدد آتا ہے اس حدیث کو تمام اکابر نے تسلیم کر لیا ہے شاہ ولی اللہ صاحب بھی اسکو مانتے ہیں۔ کہ یہ حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے ہے اور حدیث کی کتابیں جو موجود ہیں انہیں یہ حدیث پائی جاتی ہے کسی نے کبھی اسکو پھینک نہ دیا اور نہ کہا کہ یہ حدیث نکال دینی چاہیے۔ جبکہ یہ بات ہے تو پھر مجھ سے فہرست کیوں مانگی جاتی ہے میرا یہ مذہب ہے کہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف جو منسوب ہو اگر وہ قرآن شریف کے برخلاف نہ ہو تو میں اسکو مانتا ہوں خود ہی ان لوگوں سے پوچھو کہ کیا یہ حدیث جھوٹی ہے تو اسے پہلے نکالو۔ اور اگر سچی ہے تو پھر تقویٰ کا تقاضا تو یہ ہے کہ کم از کم حدیث کی رو سے مجھے بھی سچی ہی مان لو۔ عجیب بات ہے حدیث کو سچی کہو اور مجھے کذاب! یہ تو تقویٰ کا طریق نہیں۔

اگر بفرض محال جھوٹی ہے تو پھر جان بوجھ کر جھوٹ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب کرنا لعنتی کا کام ہے سب سے پہلا کام تو علما کا یہ ہونا چاہیے کہ اسکو نکال ہی دیں۔

مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ یہ حدیث جھوٹی نہیں صحیح ہے یہ عام طور پر مشہور ہے کہ ہر صدی پر مجدد آتا ہے نواب صدیق حسن خان وغیرہ نے ۱۳ مجدد گن کر بھی دکھلائے ہیں مگر میں اسکی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اس حدیث کی صحت کا یہ معیار نہیں بلکہ قرآن اسکی صحت کا گواہ ہے یہ حدیث انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کی شرح ہے۔

صدی ایک عام آدمی کی عمر ہوتی ہے اس لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ سو سال بعد کوئی نہ رہے گا۔ جیسے صدی جسم کو مارتی ہے اسیطرح ایک روحانی موت بھی واقع ہوتی ہے اس لیے صدی کے بعد ایک نئی ذریت پیدا ہو جاتی ہے جیسے اناج کے کھیت اب دیکھتے ہیں ہرے بھرے ہیں ایک وقت میں بالکل خشک ہو جاوینگے پھر نئے سرے سے پیدا ہو جاوینگے اسطرح پر ایک سلسلہ جاری رہتا ہے پہلے اکابر سو سال کے اندر فوت ہو جاتے ہیں اس لیے خدا تعالے ہر صدی پر نیا انتظام کر دیتا ہے جیسا رزق کا سامان کرتا ہے پس قرآن کی حمایت کے ساتھ یہ حدیث تواتر کا حکم رکھتی ہے۔

جب فتنے ہیں تو اسکی بھی تجدید کی ضرورت پیدا ہوتی ہے اسی طریق پر نئی ذریت کو تازہ کرنے کے لیے سنۃ اللہ بھی اسی طرح جاری ہے کہ ہر صدی پر مجدد آتے ہیں غرض مجھ سے ایک حدیث کے موافق گذشتہ مجددوں کا مواخذہ نہیں ہو سکتا میں اپنی صدی کا ذمہ

دار ہوں۔ ہاں چونکہ میں اس حدیث کو صحیح سمجھتا ہوں اور قرآن شریف کی حمایت سے صحیح مانتا ہوں پس اگر یہ لوگ اس حدیث کو جھوٹا کہتے ہیں اور حدیث کی کتابوں سے نکال دیں پھر میں خدا سے دعا کروں گا اور یقیناً وہ میری دعا کو سنے گا اور میں کشف سے نام بھی بتا دوں گا۔

لیکن اگر یہ حدیث خود ان کے مسلمات کے موافق ہی جھوٹی نہیں اور نہیں ہے تو پھر خدا سے ڈرو اور لا تقف ما لیس لک به علم پر عمل کرو۔ اور بیہودہ حیلے اور حجتیں نہ تراشو۔

یہ حدیث جن کتابوں میں درج ہے اور باوجود جھوٹی ہونے کے اسکو رکھا گیا ہے تو پھر کیوں نہیں [illegible] کے سند ابھی داخل کر لیتے اور موضوعات کے مجموعہ میں لکھ لیتے ہیں کسی صورت میں یہ موضوع مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں اولیا گذر چکے ہیں تو کیا مجھے لازم ہے کہ میں انکی بھی فہرست دوں یہ خدا تعالے ہی کا علم ہے ہاں خدا نے مجھ پر ظاہر کر دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور قرآن شریف اسکی تصدیق کرتا ہے عجیب بات یہ ہے کہ مسیح موعود بقول نواب صدیق حسن خاں صاحب کے صدی کے سر پر ہوگا اور یہ بھی وہ کہتا ہے کہ چودھویں صدی سے آگے نہ ہوگا۔ مگر اب تو اس صدی کے ۲۰ سال گذر گئے۔ پانچواں حصہ صدی کا گذر چکا اگر اب تک بھی نہیں آیا تو پھر سو سال تک انتظار کرتے رہیں اس صدی میں اسلام اہل صلیب سے کچلا جاوے گا۔ جب پچاس سال میں یہ حال ہو گیا ہے کہ ۲۰ لاکھ آدمی مرتد ہو چکے ہیں اور جیسی جیسی شوکت بڑھتی ہے انکی شوخی بڑھتی گئی ہے یہانتک کہ امہات المومنین جیسی گندی کتاب شائع کی گئی۔ انجمن حمایت الاسلام لاہور نے اس کے خلاف گورنمنٹ کے پاس میموریل بھیجا اس کے میموریل سے پہلے مجھے الہام ہو چکا تھا کہ یہ میموریل بھیجنا بے فائدہ ہے چنانچہ میرے دوستوں کو جو یہاں رہتے ہیں اور انکو بھی جو دوسرے شہروں میں ہیں معلوم تھا کہ یہ میں نے قبل از وقت انکو بتا دیا تھا آخر وہی ہوا اور گورنمنٹ نے اسپر کوئی کارروائی انجمن کے حسب منشا نہ کی۔

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسا مہدی آنا چاہیے جو جہاد کا فتویٰ دے اور انگریزوں

اور دوسری غیر قوموں سے لڑائی کرے۔ میں کہتا ہوں یہ بھی غلط ہے اور حدیث سے بھی پایا جاتا ہے کہ آنے والا موعود۔ یضع الحرب کرے گا یعنی لڑائیوں کو موقوف کریگا۔ دیکھو ہر چیز کے عنوان پہلے ہی سے نظر آ جاتے ہیں جیسے پہلے سے پہلے سگنل نکل آتا ہے اگر خدا تعالیٰ کا یہی منشا ہوتا کہ مہدی آکر جہاد کرتا اور تلوار کے زور سے اسلام کی حمایت کرتا تو چاہیے تھا کہ مسلمان فنون حرب اور سپہ گری میں تمام قوموں سے ممتاز ہوتے اور فوجی طاقت بڑھی ہوئی ہوتی مگر اسوقت یہ طاقت تو اسی قوم کی بڑھی ہوئی ہے اور فنون حرب کے متعلق جسقدر ایجادات ہو رہی ہیں وہ یورپ میں ہو رہی ہیں نہ کسی اسلامی سلطنت میں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ منشا ہرگز نہیں ہے اور یضع الحرب کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے واسطے یہی ہونا بھی چاہیے تھا دیکھو مہدی سوڈانی وغیرہ نے جب مخالفت میں ہتھیار اٹھائے تو خدا تعالیٰ نے کیسا ذلیل کیا یہانتک کہ انکی قبر بھی کھدوائی گئی اور ذلت ہوئی اس لیے کہ خدا کے منشا کے خلاف تھا مہدی موعود کا یہ کام ہی نہیں ہے بلکہ وہ تو اسلام کو اسکی اخلاقی اور علمی و عملی اعجازات سے دلوں میں داخل کرے گا۔ اور اس اعتراض کو دور کریگا جو کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلایا گیا وہ ثابت کر دکھلائے گا کہ اسلام ہمیشہ اپنی عملی سچائیوں اور برکات کے ذریعہ پھیلا ہے۔

ان تمام باتوں سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالے کا منشا تلوار سے کام لینا ہوتا تو فنون حرب اسلام والوں کے ہاتھ میں ہوتے۔ اسلامی سلطنتوں کی جنگی طاقتیں سب سے بڑھ کر ہوتیں۔ اگرچہ حقیقی خبر تو خدا تعالیٰ سے وحی پانے والوں کو ملتی ہے مگر مومن کو بھی ایک فراست ملتی ہے اور وہ علامات و آثار سے سمجھ لیتا ہے کہ کیا ہونا چاہیے۔ جب عیسائی قوموں کے مقابل آتے ہیں تو زک اٹھاتے ہیں اور ذلت کا منہ دیکھتے ہیں کیا اس سے پتہ نہیں لگتا کہ خدا کا منشا تلوار اٹھانے کا نہیں ہے۔ یہ اعتراض صحیح نہیں غلط ہے۔ مسیح موعود کا یہی کام ہے کہ وہ لڑائیوں کو بند کر دے کیونکہ یضع الحرب اسکی شان میں آیا ہے کیا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو باطل کر دے گا؟ معاذ اللہ۔ قرآن شریف سے بھی ایسا ہی پایا جاتا ہے کہ اسوقت لڑائی نہیں ہونی چاہیے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جب [illegible] کھچے ہوئے ہوں ان کو قتل کر دیا جاوے یا تلوار دکھا کر مسلمان کیا جاوے۔ وہ اسلام ہوگا

یکفرچوں کے دل میں اسوقت پیدا ہوگا۔
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی تلوار کے لیے تلوار نہیں اٹھائی بلکہ اتمام حجت کے بعد جبکہ پھر خدا نے چاہا منکروں کو عذاب دیا۔ وہ جنگیں دفاعی تھیں تیرہ برس تک آپ ستائے جاتے رہے۔ اور صحابہ نے جانیں دیں۔ انھوں نے نشان پر نشان دیکھے اور انکار کرتے رہے آخر خدا تعالیٰ نے انکو جنگوں کی صورت میں عذاب سے ہلاک کیا۔ اس زمانہ میں طاعون ہے جوں جوں تعصب بڑھے گا طاعون بڑھے گا قرآن شریف میں اسکی بابت خبر دیگئی ہے وان من

قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیمۃ او معذبوھا

پس اگر میں خدا کیطرف سے ہوں اور وہ بہتر جانتا ہے کہ میں اُسی کیطرف سے ہوں تو اُس کے وعدے پورے ہوکر رہیں گے۔ جو بشارت کی پیشگوئیاں کو نہیں مانتے تو اس طاعون کی پیشگوئی کو دیکھ لیں۔ سعادۃ سے انھیں کو حصہ ملتا ہے جو دور سے بلا کو دیکھتا ہے۔

صادق کے لیے خدا تعالیٰ نے ایک اور نشان بھی قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اگر تو مجھپر تقول کرے تو میں تیرا داہنا ہاتھ پکڑوں۔ اللہ تعالیٰ پر تقول کرنے والا مفتری فلاح نہیں پا سکتا بلکہ ہلاک ہو جاتا ہے اور اب پچیس سال کے قریب عرصہ گذرا ہے کہ خدا تعالیٰ کے وحی کو میں شایع کر رہا ہوں اگر افترا تھا تو اس تقول کی پاداش میں ضروری نہ تھا کہ خدا اپنے وعدہ کو پورا کرتا بجائے اس کے کہ وہ مجھے پکڑتا اُسنے صدہا نشان میری تائید میں ظاہر کیئے اور نصرت پر نصرت مجھے دی کیا مفتریوں کے ساتھ یہی سلوک ہوا کرتا ہے اور دجالوں کو ایسی ہی نصرۃ ملا کرتی ہے؟ کچھ تو سوچو! ایسی نظیر کوئی پیش کرو۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں ہرگز نہ ملے گی۔

ہاں یہ میں جانتا ہوں کہ طبیب تو مریض کو کھوا فارم سنگھا کر بھی دوائی اندر پہونچا سکتا ہے روحانی طبابت میں یہ نہیں ہے بلکہ جو مؤثر بنانا اور دل میں ڈالنا خدا تعالیٰ کا کام ہے وہ جب چاہتا ہے تو شوخی کو دور کر کے خود اندر ایک واعظ پیدا کر دیتا ہے۔

نو وارد میں اہل اسلام کی زیادتی پر تعجب کرتا ہوں آپ کے کلمات میں میں کوئی وجہ کفر کی نہیں دیکھتا۔

حضرت اقدس آپ کتابیں بھی دیکھ لیں تاکوئی شک آپکو باقی نہ رہے کہ کونسے ہیں کلمات ہیں جو قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف ہیں۔ میں ان کے کفر کی پروا نہیں کرتا ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا کیونکہ ان کے ہی آثار میں لکھا ہوا تھا کہ مسیح موعود جب آئے گا تو اُسپر کفر کے فتوے دیے جاویں گے یہ پیشگوئیاں کیسی پوری ہوتیں ہیں یہ تو اپنے ہاتھ سے پوری پوری کر رہے ہیں۔ مجدد صاحب اور نواب صدیق حسن صاحب کہتے ہیں کہ جب وہ آئیگا تو علما مخالفت کریں گے۔ اور محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ جب وہ آئے گا تو ایک شخص اُٹھکر کہے گا **ان ھذا الرجل غیّر دیننا** اب جبکہ پہلے سے یہ باتیں ہیں تو ہم خوش ہوتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے ہاتھ سے پورا کر رہے ہیں۔ اب جبکہ یہ باتیں پہلے سے ہیں کہ یہ بھی صداقت کا نشان ہے اسلیے ہم ان باتوں کی کچھ پروا نہیں کرتے۔

یہ جو کہتے ہیں کہ آسمان سے مسیح آئے گا وہ اتنا نہیں دیکھتے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام وفات پاگئے

یہاں حضرت اقدس نے آیت شریف **فلما توفیتنی** اور حدیث معراج کو استدلال کرکے ایک جامع تقریر فرمائی جو ہم بارہا شایع کر چکے ہیں۔
اور اپنے وجود پر سورہ نور سے استدلال فرمایا۔ اور ایسا ہی مسیح کی قبر کشمیر کے متعلق بیان فرماتے رہے اور وفات مسیح پر صحابہ کے اجماع کا ذکر فرمایا۔ ایڈیٹر

آخر میں فرمایا کہ اگر وہ صحابہ کا سا مذاق اور محبت ہوتی جو صحابہ کے دل میں تھی تو یہ عقیدہ نہ رکھتے کہ وہ زندہ ہیں حضرت عیسیٰ کو خالق عالم ماننے اور عیب دان بھی خدا تعالیٰ ان فسادوں کو روا نہیں رکھتا۔ اور اُس نے چاہا ہے کہ اصلاح کرے ہمارا کام اسکے لیے ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا یہ کاروبار ہے اور بیشک ہے تو کسی انسان کی طاقت میں نہیں کہ اسکو تباہ کر سکے۔ اور کوئی ہتھیار اسپر چل نہیں سکتا لیکن اگر انسان کا ہے تو پھر خود ہی تباہ ہو سکتا ہے انسان کو زور لگانے کی ہی کیا حاجت ہے۔

دربار شام

نو وارد صاحب کیوجہ سے تحریک تو ہو ہی چکی تھی اسلیے بعد ادائے نماز مغرب حضرت حجۃ اللہ نے ایک مختصر سی جامع تقریر فرمائی۔ جسکا ہم فقط خلاصہ دیتے ہیں۔

فرمایا لوگ حقیقت اسلام سے بالکل دور جا پڑے ہیں۔ اسلام میں حقیقی زندگی ایک موت چاہتی ہے جو تلخ ہے لیکن جو اسکو قبول کرتا ہے آخر وہی زندہ ہوتا ہے حدیث میں آیا ہے کہ انسان دنیا کی خواہشوں اور لذتوں کو ہی جنت سمجھتا ہے حالانکہ وہ دوزخ ہے اور سعید آدمی خدا کی راہ میں تکالیف کو قبول کرتا ہے اور وہی جنت ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا فانی ہے اور سب مرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں آخر ایکوقت آجاتا ہے کہ سب دوست آشنا عزیز و اقارب جدا ہو جاتے ہیں۔ اسوقت جسقدر ناجائز خوشیوں اور لذتوں کو راحت سمجھا تھا وہ تلخیوں کی صورت میں نمودار ہو جاتی ہیں۔ سچی خوشحالی اور راحت تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور تقویٰ پر قائم ہونا گویا زہر کا پیالہ پینا ہے۔ متقی کے لیے خدا تعالیٰ ساری راحتوں کے سامان مہیا کر دیتا ہے **من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب**۔ پس خوشحالی کا اصول تقویٰ ہے لیکن حصول تقویٰ کے لیے نہیں چاہیے کہ ہم شرطیں باندھتے پھریں۔ تقویٰ اختیار کرنے سے جو مانگو گے وہ ملے گا خدا رحیم و کریم ہے تقویٰ اختیار کرو جو چاہو گے وہ دیگا۔ جسقدر اولیاء اللہ اور اقطاب گذرے ہیں انھوں نے جو کچھ حاصل کیا تقویٰ ہی سے حاصل کیا اگر وہ تقویٰ اختیار نہ کرتے تو وہ بھی دنیا میں معمولی انسانوں کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے دس بیس کی نوکری کر لیتے یا کوئی اور حرفہ یا پیشہ اختیار کر لیتے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ ہوتا مگر اب جو عروج انکو ملا اور جسقدر شہرت اور عزت انھوں نے پائی یہ سب تقویٰ ہی کی بدولت تھی۔ انھوں نے ایک موت اختیار کی اور زندگی اسکے بدلے میں پائی۔

میں دوزخ اور بہشت پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ حق ہیں اور ان کے عذاب اور اکرام اور لذائذ سب حق ہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ انسان خدا کی عبادت دوزخ یا بہشت کے سہارے سے نہ کرے۔ بلکہ محبۃ ذاتی کیطور پر کرے۔ دوزخ بہشت کا انکار میں کفر سمجھتا ہوں اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا حماقت ہے۔

بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ عبادۃ اللہ تعالیٰ کی محبت ذاتی سے رنگین ہوکر کرے جیسے ماں اپنے بچہ کی پرورش کرتی ہے کیا اُسے امید ہے کہ وہ اسے کھلائیگا نہیں بلکہ وہ جانتی ہے نہیں کہ کیوں اسکی پرورش کرتی ہے

یہانتک کہ اگر بادشاہ اُسکو حکم دیدے کہ تو اگر اس بچہ کی پرورش نہ کرے گی اور اس سے یہ بچہ مر بھی جاوے تو تجھکو کوئی سزا نہ دی جاویگی بلکہ انعام ملیگا تو کیا وہ اس حکم سے خوش ہوگی یا بادشاہ کو گالیاں دے گی۔ یہ محبت ذاتی ہے اسی طرح خدا کی عبادت کرنی چاہیے نہ کسی جزا و سزا کے سہارے پر۔ محبت ذاتی میں اغراض فوت ہو جاتے ہیں۔ اور خدا تو وہ خدا ہے جو ایسا رحیم و کریم ہے کہ جو اُسکا انکار کرتے ہیں اُنکو بھی رزق دیتا ہے کیا سچ کہا ہے

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری۔

جب وہ دشمنوں کو محروم نہیں کرتا تو دوستوں کو کب ضائع کر سکتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا قول ہے کہ میں جوان تھا اب بوڑھا ہو گیا ہوں مگر میں نے متقی کو کبھی ذلیل و خوار نہیں دیکھا اور نہ اُسکی اولاد کو ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ یہ اخلاص کا نتیجہ ہوتا ہے جو خدا تعالےٰ اسی دنیا میں ظاہر کرتا ہے۔ اور اخلاص ایک کیمیا ہے اور اگر اسمیں سے باتیں نکالیں تو اس پاکیزہ اور مصفا چشمہ کو گندے چھینٹوں سے ناپاک کر دیتے ہیں وہ موجود ہماری حاجتوں سے آگاہ اور واقف ہے اور قریب جانتے ہے کہتے ہیں ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں جلا دینے کی کوشش کی گئی اُسوقت اُن کے پاس فرشتے آئے اور کہا کہ تمہیں کوئی حاجت ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے اُنکو یہی جواب دیا کہ بلیٰ و لٰکن الیکم فلا یعنی ہاں حاجت تو ہے لیکن تمہاری طرف نہیں۔ ایسے مقام پر بلا بھی نفع ہوتی ہے۔ اور انبیا علیہم السلام اس مقام کو خوب سمجھتے ہیں سہ

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی ؎

غرض اصل غرض انسان کی محبت ذاتی ہونی چاہیے اس سے جو کچھ اطاعت اور عبادت ہوگی وہ اعلیٰ درجہ کے نتائج اپنے ساتھ رکھے گی ایسے لوگ خدا کے مبارک بندے ہوتے ہیں وہ جس گھر میں ہوں وہ گھر مبارک اور جس شہر میں ہوں وہ شہر مبارک۔ انکی برکت سے بہت سی بلائیں دور ہو جاتی ہیں اس کی ہر حرکت و سکون اُس کے در و دیوار پر خدا کی برکت اور رحمت نازل ہوتی ہے میں اسی راہ کو سکھانا چاہتا ہوں اسی غرض کے لیے خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔

یقیناً یاد رکھو کہ پوست کام نہیں آتا بلکہ مغز کی ضرورت ہے۔ لکھا ہے کہ ایک یہودی سے کسی مسلمان نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا کہا کہ میں تیرے قول کو تیرے فعل سے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں میں نے اپنے بیٹے کا نام خالد رکھا تھا حالانکہ شام تک میں اُسکو قبر میں بھی دفن کر آیا۔ نام کچھ حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا بیشک کام نہ ہو۔

اسی طرح پر خدا تعالےٰ مغز اور حقیقت کو چاہتا ہے رسم اور نام کو پسند نہیں کرتا۔ جب انسان سچے دل سے سچے اسلام کی تلاش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اُسکو اپنی راہیں دکھا دیتا ہے جیسے فرمایا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ خدا تعالےٰ بخیل نہیں اگر انسان مجاہدہ کریگا تو وہ یقیناً اپنی راہ کو ظاہر کر دے گا ہماری مخالفت میں افترا کرتے اور گالیاں دیتے ہیں اگر تقویٰ کو کام میں لیتے اگر زمانہ کی اندرونی بیرونی ضرورتیں اُنکی رہنمائی نہ کر سکتی تھیں تو خدا تعالےٰ کی جناب میں تضرع اور ابتہال سے کام لیتے اور درد دل سے دعائیں مانگتے تو یقیناً اللہ تعالےٰ اُنکی رہنمائی کر دیتا اور حق کھول دیتا۔ مومن حقیقی سچ کیونکر وہی ہوگا جو اُسکا تابع ہوگا اگر میں صادق ہوں اور ضرور ہوں تو پھر آپ سمجھ لیں کہ میرے مکذب کا کیا حال ہے۔

نو وارد۔ آپ میرے لیے دعا کریں۔

حضرت اقدس۔ دعا تو میں ہمیشہ کے لیے بھی کرتا ہوں۔ مگر خدا تعالےٰ کے نزدیک یہ امر مکروہ ہے کہ اُسکا امتحان کیا جاوے۔ میں دعا کروں گا آپ وقتاً فوقتاً یاد دلاتے رہیں اگر کچھ ظاہر ہوا تو اُس سے بھی اطلاع دونگا مگر میرا کام نہیں خدا تعالےٰ چاہے تو ظاہر کرے وہ کسی کے منشا کے ماتحت نہیں ہے بلکہ وہ خدا ہے اور غالب ہی امر ہے ایمان کو کسی امر سے وابستہ کرنا منع ہے۔ مشروط بشرط ایمان کمزور ہو کر نیکی میں ترقی کرنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے ہدایت کرنا ہمارا فرض ہے اس کے لیے شرائط کی ضرورت نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہوگا کہ آپ بیٹھنے کی مجلسوں سے دور رہیں یہ وقت رہنے نہ ملنے کا۔ اب آپ جائیں گے موت حیات کا پتہ نہیں دو تین ہفتہ تک تو سچے تقویٰ سے دعائیں مانگو کہ الٰہی مجھے معلوم نہیں تو ہی حقیقت کو جانتا ہے مجھے اطلاع دے اگر صادق ہے تو اُسکے انکار سے ہلاک نہ ہو جاؤں اور اگر کاذب ہو تو اُسکے اتباع سے بچا۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اصل امر کو ظاہر کر دیگا۔

نو وارد۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میں بہت برا ارادہ کر کے آیا تھا کہ میں آپسے استہزا کروں اور گستاخی کروں مگر خدا نے میرے ارادہ کو رد کر دیا میں اب اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو فتویٰ آپکے خلاف دیا گیا ہے وہ بالکل غلط ہے اور میں تو دیگر نہیں کہہ سکتا کہ آپ مسیح موعود نہیں ہیں بلکہ موعود ہونے کا پہلو زیادہ زور آور ہے اور میں کسی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ آپ مسیح موعود ہیں جہانتک میری عقل اور سمجھ تھی میں نے آپ سے فیض حاصل کیا ہے اور جو کچھ میں نے سمجھا ہے میں ان لوگوں پر ظاہر کرونگا جنھوں نے مجھے منتخب کر کے بھیجا ہے۔ کل میری اور رائے تھی اور آج اور ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ اگر ایک پہلوان بغیر لڑنے کے زیر ہو جاتے تو وہ نامرد کہلائے گا اسلیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ بدون اعتراض کیے تسلیم کر لیتا چونکہ میں معتمد ان لوگوں کا ہوں جنھوں نے مجھے بھیجا ہے۔ اس لیے میں نے ہر ایک بات کو بغیر دریافت کیے ماننا نہیں چاہا۔

دعا کے لیے میں نے جو کہا تھا دنیا کی خواہش سے نہیں کہا تھا۔ میں اُس دادا کا پوتا ہوں جس کو ہندوستان میں اُردو دانی سو مرتبہ ہے۔ مگر میں آزاد طبیعت کا آدمی ہوں اور اسمیں انصاف ہو۔

حضرت اقدس۔ اللہ تعالیٰ کسیکی نیکی کو ضائع نہیں کرتا بلکہ ادنیٰ سی نیکی بھی ہو تو اُسکا ثمرہ دیتا ہے۔ میں نے ایک کتاب میں نقل دیکھی ہے کہ ایک شخص نے اپنے ہمسایہ آتش پرست کو دیکھا کہ مینہ روز کی برسات کے بعد وہ اپنے کوٹھے پر جانوروں کو دانے ڈال رہا تھا۔ اس نے اُس سے پوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے اُس نے کہا کہ جانوروں کو دانے ڈال رہا ہوں میں نے کہا کہ تیرا عمل بیکار ہے۔ اس گبرنے اُسکو کہا کہ اسکا ثمرہ مجھے ملے گا۔ پھر وہی بزرگ کہتے ہیں کہ جب دوسرے سال میں حج کرنے کو گیا تو دیکھا کہ وہی گبر طواف کر رہا ہے۔ اُس نے مجھے پہچان کر کہا کہ ان دانوں کا ثواب مجھے ملا یا نہیں۔

ایسا ہی ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں سخاوت کی تھی یا رسول اللہ مجھے اُسکا ثواب ملیگا یا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی سخاوت نے تو تجھے مسلمان کیا۔

ہزاروں آدمی بغیر دیکھے گالیاں دینے کو طیار ہو جاتے ہیں لیکن جب دیکھتے ہیں اور آتے ہیں تو وہ ایمان لاتے ہیں۔ میرا یہ مذہب نہیں کہ انسان صدق اور اخلاص سے کام لے اور وہ ضائع ہو جاوے۔

پھر حضرت حجۃ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ بیان کیا جو کئی بار ہم الحکم میں درج کیا ہے اور اس بات پر آپ نے تقریر کو ختم کیا۔

مردان خدا خدا نہ باشند
لیکن ز خدا جدا نباشند